

اللہ سے یہ وسعتِ آثارِ مدینہ  
عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ

جامعہ نمبر ۱۰۰ جدیدہ کا ترجمان  
علمی و سنی اور اسلامی مجلہ

# انوارِ مدینہ

لاہور  
۱۰۰

بیتاد

قطبِ اللغات عالم ربانی حضرت کبیرؒ کے تلامذہ سے پہلے سید عالمؐ  
بانی پندرہویں صدی

ستمبر ۲۰۲۵ء



# انوارِ مدینہ

ماہنامہ

جلد : ۳۳	ربیع الاول ۱۴۴۷ھ / ستمبر ۲۰۲۵ء	شمارہ : ۹
----------	--------------------------------	-----------

بیاد : قطب الاقطاب عالم ربانی محدث کبیر حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں  
فیضانِ نظر : محمود الملة و الدین شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب

مولانا نعیم الدین صاحب (مدیر اعلیٰ)	مولانا عکاشہ میاں صاحب (مدیر مسئول)
مولانا محمد عابد صاحب (نائب مدیر)	ڈاکٹر محمد امجد صاحب (مدیر منتظم)



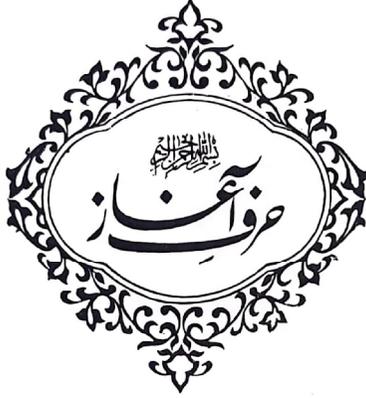
تربیل زر و رابطہ کے لیے	بدل اشتراک
”جامعہ مدنیہ جدید“ محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور	پاکستان فی پرچہ 50 روپے..... سالانہ 600 روپے
رابطہ نمبر : 0333 - 4249302	سعودی عرب، متحدہ عرب امارات..... سالانہ 90 ریال
0333 - 4249301 : موبائل	برطانیہ، افریقہ..... سالانہ 20 ڈالر
0323 - 4250027 : موبائل	امریکہ..... سالانہ 30 ڈالر
0304 - 4587751 : جازکیش نمبر	جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور ای میل ایڈریس
دارالافتاء کا ای میل ایڈریس اور وٹس ایپ نمبر	www.jamiamadniajadeed.org
darulifta@jamiamadniajadeed.org	jmj786_56@hotmail.com
Whatsapp : +92 321 4790560	Whatsapp : +92 333 4249302

مولانا سید رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر  
دفتر ماہنامہ ”انوارِ مدینہ“ نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

## اس شمارے میں

۴	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	حرفِ آغاز
۶	حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحبؒ	درسِ حدیث
۱۰	حضرت اقدس مولانا سید محمد میاں صاحبؒ	سیرتِ مبارکہ ... عرب قبلِ اسلام اپنے آئینے میں
۲۲	حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحبؒ	مقالاتِ حامد یہ ... دیانت، محنت اور کسبِ حلال
۳۳	حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ	بنیادی مذہبی تعلیم
۴۵	شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحبؒ	ربیع الاول اور عشقِ رسول ﷺ کے تقاضے
۵۱	مولانا نور الحق فیض صاحب زوبی	ربیع الاول ، اُسوۂ رسول اور ہمارا طرزِ عمل
۵۴	حضرت سید نفیس الحسنی شاہ صاحبؒ	لاکھوں سلام
۵۵	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	رحمن کے خاص بندے
۵۸	مولانا محمد معاذ صاحب	قط : ۳۴
		شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ قط : ۲
۶۴		اخبارِ الجامعہ
۶۵		اہم اعلان





نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ أَمَّا بَعْدُ !

وطن عزیز پاکستان ان دنوں سیلاب کی زد میں ہے شمالی علاقہ جات کے بعد پنجاب کے مختلف اضلاع و دیہات زیرِ آب ہیں ابھی کے پی کے کی طرف سے حوصلہ افزا خبریں نہیں تھیں کہ پڑوسی ملک نے دریائے راوی و ستلج وغیرہ میں پانی کی کثیر مقدار چھوڑ دی جس کی وجہ سے سینکڑوں دیہات سیلاب میں بہہ گئے، جانی و مالی نقصان کے ساتھ ساتھ مویشی جانوروں اور فصلوں کو بھی شدید نقصان پہنچا ہے تادم تحریر کوئی خوش کن خبریں نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ وطن عزیز کی حفاظت فرمائے۔

۱۹۷۳ء میں بھی وطن عزیز بالخصوص پنجاب میں سیلاب شدت اختیار کر گیا تھا تو حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے سیلابی صورت حال پر اس وقت انوارِ مدینہ کی رجب ۱۳۹۳ھ / اگست ۱۹۷۳ء کی اشاعت میں جو ادارہ تحریر فرمایا تھا آج بھی بچینہ وہی صورتحال ہے اس لیے حضرت کے اس ادارتی شذرہ کو ہم قدرِ کمر کے طور پر اپنے ادارہ کی زینت بنا رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں :

آج پورے پنجاب میں سیلاب سے جو تباہی آئی ہے اس پر ہر دل غمگین اور ہر آنکھ اشکبار ہے، پنجاب کا وسطی اور جنوبی علاقہ زیرِ آب آیا ہوا ہے پانی کی کثرت سے دریاؤں کا پانی آپس میں ملنے لگا ! پانی کی آمد کی رفتار تیز اور تخریبی تھی اور جانے کی رفتار سست کہ طوفانِ نوح کی ادنیٰ جھلک ہر دیدہٴ عبرت کو نظر آگئی، یہ حال چند انچ بارش سے ہی ہو گیا جو ہمارے علاقہ میں اور پہاڑوں پر ہوئی والعیاذ باللہ

ہزاروں گاؤں سیلاب سے متاثر یا تباہ ہوئے ! غلہ، فصلیں اور انسانی جانیں ضائع ہوئیں اور ہر قسم کا مالی نقصان ہوا، دودن پہلے طوفانی بارش ہوئی پھر سیلاب حدودِ پاکستان میں نصف شب کے بعد اچانک آیا جو بالکل ہی غفلت کا وقت ہوتا ہے۔

قدرت کا ہمارے ساتھ یہ معاملہ بتلا رہا ہے کہ ہم خدا اور اس کے احکام کے ساتھ کیا معاملہ کر رہے ہیں ؟ ہم آج کل خدا کی ہر نافرمانی میں مستغرق ہیں

﴿اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرَىٰ اَنْ يَّاتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ﴾ (سورۃ الاعراف : ۹۷)

”کیا آبادیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارے ڈر کی چیز رات کو سوتے وقت آجائے“

ہم نے اسلام کا نام لے کر ایک ملک لیا اس میں سب کچھ ہوا مگر اسلام ہی نہ ہوا، گویا خدا سے بد عہدی کی، سو، شراب، بد اخلاقی، ایک دوسرے پر زیادتی ظلم اور ناروا سلوک، چوری، ڈاکہ، قتل، بدکاری، جھوٹ، دھوکہ بازی، ملاوٹ، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، گراں فروشی، خدا سے غفلت، دین سے غفلت واستہزاء یہ تمام وہ کام ہیں جن میں ہماری قوم جو امن و امان کی حامل صدقِ مقال کی عامل، عدل و سلامتی کی داعی تھی مبتلا ہے اور آج مجسم برائیوں کا نمونہ بنی ہوئی ہے ! ہم مادیت کی دوڑ میں ایسے لگے کہ خدا سے بالکل غافل ہو گئے، اب خدا کا معاملہ بھی جو اب ہمارے ساتھ ویسے ہی ہونے لگا

﴿وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فِیْمَا كَسَبْتُمْ اَیْدِیْكُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ﴾ (الشوریٰ : ۳۰)

”اور تمہیں جو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے کیے ہوئے کی وجہ سے ہوتی ہے (اور اللہ

پھر بھی) بہت سی چیزوں سے درگزر فرما دیتا ہے“

اگر ہم نے اپنے آپ کو درست نہ کیا تو خدا جانے ہمارا کیا انجام ہو ؟ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے اور ہماری حالت درست فرما کر اپنی مرضیات پر چلائے، آمین

حامد میاں غفرلہ

عَلَيْهِ السَّلَامُ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ

درسِ حدیث

مَوْجِبَاتُ الْهَجْرَةِ

قطب الاقطاب عالم ربانی محدث کبیر حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں نور اللہ مرقدہ کا مجلس ذکر کے بعد درس حدیث ”خاتماہِ حامد یہ چشتیہ“ شارح راینیوٹڈ لاہور کے زیر انتظام ماہنامہ ”انوارِ مدینہ“ کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے اس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین۔ (ادارہ)

ہجرت کرنے والوں کو اجازت نہ تھی کہ مکہ مکرمہ کو مسکن بنائیں !  
مدینہ منورہ سے محبت اور وہاں کی برکات ! بے صبری کا نقصان  
(درس حدیث نمبر ۲۳ ۴ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ / یکم جنوری ۱۹۸۲ء)

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ أَمَا بَعْدُ !

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک صحابی جناب رسول اللہ ﷺ سے بیعت ہوئے، وہ دیہاتی تھے آئے اور آنے کے بعد بیعت ہوئے ! ایمان مضبوط نہیں تھا، بیعت ہونے کے بعد بخار چڑھ گیا اور مدینہ شریف میں رسول اللہ ﷺ کے ہجرت فرمانے سے پہلے بخار کی وبا رہا کرتی تھی ! ”ارضِ وہبہ“ وبا والی سرزمین کہلاتی تھی اور بخار اتنا سخت آتا تھا کہ اس سے آدمی بہت کمزور ہو جاتا تھا، اب بھی ایسی صورت ہے کہ اس کے آثار باقی ہیں، بخار جسے آجائے پورے زور سے بالکل نچر جاتا ہے، پیلا ہو جاتا ہے، (ہجرت سے) پہلے بہت زیادہ تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بخار ہو گیا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بخار ہو گیا اور سب ایک طرح کی گھبراہٹ میں جیسے مبتلا ہوں یہ حال تھا ! اور گھبراہٹ میں مکہ مکرمہ کو یاد کرتے تھے ! اپنا وطن یاد آتا تھا ! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی یاد کرتے تھے ! حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی یاد کرتے تھے ! وہ بھی شعر پڑھتے تھے اور یہ بھی شعر پڑھتے تھے ! رسول اللہ ﷺ کو بھی (مکہ سے)

اتنی ہی محبت تھی ! مکہ مکرمہ فتح کرنے کے بعد وہاں پہنچے ہیں تو آپ نے فرمایا مَا أَطْيَبَكَ مِنْ بَلَدٍ  
تو کتنا عمدہ شہر ہے اور أَحَبَّكَ إِلَيَّ تو بہت زیادہ مجھے پسند ہے بہت ہی محبوب ہے اگر میری قوم نے مجھے  
یہاں سے نہ نکالا ہوتا تو میں تیرے سوا کہیں اور نہ رہتا ! وَكَلَّا لَا أَقْضِي لَكُمْ مَنَاصِحًا مِمَّا سَكَنْتُمْ عَلَيْهِ  
لیکن بعد میں مدینہ منورہ کو جب آپ نے اپنا مہاجرو بنا لیا جہاں آپ ہجرت فرما کر تشریف لے گئے  
تو پھر وہیں رہنا پسند فرمایا ! اور یہ بتایا کہ جنہوں نے ہجرت کی ہے اور خدا کے لیے کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے  
ان کا اجر اسی میں رکھ دیا ہے کہ وہ اس پر قائم رہیں ! اور مکہ مکرمہ رہنے کی انہیں اجازت بھی نہیں تھی !  
بس حج کے لیے جائیں تو وہ تیرہ تاریخ کو یا چودہ تاریخ کو (واپس) روانہ ہو جائیں، تین دن سے زیادہ  
پھر نہیں ٹھہر سکتے ! ایک صحابی ذرا وہاں ٹھہر گئے وہ بیمار ہو گئے، وفات ہو گئی ان کی، سعد بن خولہ ان کا  
نام تھا، رسول اللہ ﷺ ان کا ذکر فرماتے تھے اور (ان پر) ترس فرماتے تھے !

ہجرت کا عمل برقرار رکھنے کی وجہ :

ایسا لگتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا اجر ڈبل کر دیا، جب وہ نماز مدینہ میں پڑھتے تو انہیں  
مکہ کا ثواب ملتا تھا ساتھ ساتھ ! اور اگر وہ مکے چلے جائیں تو فقط مکہ کا رہ جائے گا ہجرت والا نہیں رہے گا !  
اس واسطے آپ نے بالکل اجازت نہیں دی کہ وہ لوٹ کر مکہ مکرمہ جائیں، تبلیغ اور جہاد کے لیے تو جائیں  
اور باہر جا کر دوسری جگہوں پر بھی رہیں، کام وغیرہ بھی کرتے رہے ہیں، پڑھاتے رہے ہیں دین سکھاتے  
رہے ہیں پھیلاتے رہے ہیں اور باہر گئے ہیں معرکوں میں وہیں شہید ہو گئے ہیں، بہت دفعہ ایسا ہوا  
مگر مکہ مکرمہ دوبارہ جانے کی اجازت نہیں ! حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ  
کو بھی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی بخار ہوا ایسا کہ ان کے بال ہی سارے اتر گئے ! !  
وائس دوسری جگہ منتقل :

رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ یہاں سے بخاری کو باکودفع فرمادے !  
آپ نے خواب دیکھا اس میں دیکھا کہ ایک عورت ہے اس طرح کی کہ وہ یہاں (مدینہ منورہ) سے نکلی

اور دوسری جگہ (جُحْفَةَ) چلی گئی تو وہ وہاں منتقل ہو گئی وہاں! اب یہاں (مدینہ منورہ میں) اتنا بخار نہیں رہا!  
مدینہ منورہ کی محبت :

اس کے ساتھ ساتھ بعد میں آپ نے یہ دعا بھی فرمائی اَللّٰهُمَّ حَبِّ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحَبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ ۲  
اللہ تعالیٰ ہمیں مدینے کی ایسی محبت دے دے جیسے مکہ کی بلکہ اس سے بھی زیادہ یا اس سے بھی زیادہ!  
تو پھر ایسے ہی ہو گیا کہ آج تک اسی طرح ہے محبت سب کو! ہر مسلمان کے ذہن میں ایسی ہی حالت ہے!  
یہ اس دعا کا اثر ہے!!

دعا فرمائی یہاں کے ”صاع“ میں، یہاں کے پیمانے میں، یہاں کے تول میں، گویا ہر چیز میں تو برکت  
عطا فرما (جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے دعا کی تھی) میں تجھ سے اس سے دگنی برکت  
کی دعا کرتا ہوں!!

مصائب پر بے صبر ہونے کا نقصان :

تو اس (دیہاتی کو) جو بخار چڑھا تو یہ بالکل ہی پھر گیا اللہ کا بندہ! اور مصائب پر انسان کو  
صبر کرنا چاہیے کوشش کرتا رہے لیکن پھر بھی اگر مصیبت پیچھا نہیں چھوڑتی تو اس کا بھی پھر علاج یہی ہے  
کہ خدا ہی کی طرف رجوع کرے! بے صبرانہ ہو، نہ ہمت ہارے کہ بیٹھ جائے اور نہ ہی یہ کہ  
مصیبت میں آکر بے تاب ہو جائے، نہ یہ کہ رجوع الی اللہ چھوڑے بلکہ رجوع الی اللہ جاری رکھے،  
اپنی کوششیں جاری رکھے اور پھر خدا کے سپرد کرے!

اور (قرآن میں) ایسے لوگوں کے بارے میں آتا ہے ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ﴿  
(لوگوں میں کچھ ایسے ہیں کہ) وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں کنارے ہی پر ﴿فَاِنْ اَصَابَهُ خَيْرٌ اَطْمَئَنَّا بِهٖ﴾  
اگر دین میں داخل ہونے کے بعد اسلام میں آنے کے بعد کوئی نفع ہوا، فائدہ ہوا تو پھر کہتا ہے

۱۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب المناسک رقم الحدیث ۲۷۳۵ ۲۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب المناسک  
رقم الحدیث ۲۷۳۴ اس کو مہیعة بھی کہتے ہیں مکہ مکرمہ سے شمال مغرب کی طرف ۱۸۳ کلومیٹر پر واقع ہے شام،  
مصر اور مشرقی افریقہ سے آنے والوں کی میقات بھی ہے اس زمانہ میں یہاں یہودی آباد تھے۔ مولانا سید محمود میاں

یہ دین اچھا ہے ﴿وَأَنْ أَصَابْتُمُ فِتْنَةً ۖ أَنْقَلَبَ عَلَيَّ وَجْهِي﴾ اور اگر کوئی تکلیف پیش آتی ہے تو وہ پیچھے ہٹنے لگتا ہے ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ﴾ اگر کوئی ایسے کرے گا تو دنیا اور آخرت دونوں کا اسے نقصان ہوگا ﴿ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ﴾ ۱

تو یہ جب بخار میں مبتلا ہوا تو آگیا اور آکر عرض کرنے لگا اِقْلَبْنِي بَيْعَتِي یعنی میں آپ سے جو کل بیعت ہوا تھا یہ میری بیعت آپ توڑ دیجیے واپس دے دیجیے ! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں یہ غلط ہے ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ اِقْلَبْنِي بَيْعَتِي پھر آ کے کہنے لگا، اس کے ذہن میں یہ تھا کہ میں بیعت جو ہوا ہوں اس کی وجہ سے یہ بخار ہے ! جب آپ کہہ دیں گے کہ میں نے بیعت واپس کر دی ہے تو میرا بخار ٹھیک ہو جائے گا، آپ نے فرمایا نہیں کیونکہ اس میں آخرت کا اس کے نقصان ہے فَخَرَجَ الْأَعْرَابِيُّ وَهُوَ يَلَاغِيَا مَدِينَةَ مَنُورَہ کی ایک خصوصیت :

رسول اللہ ﷺ نے ایک فضیلت بتلائی مدینہ شریف کی اِنَّمَا الْمَدِينَةُ كَالْكَبِيرِ تَنْفِي خَبَثِهَا وَتَنْصَعُ طَبِيبَهَا ۲ کہ یہ مدینہ جو ہے یہ بھیگی کی طرح ہے جو اس میں خراب آجاتا ہے اس کو نکال پھینکتا ہے اور جو عمدہ ہیں انہیں یہاں روکے رکھتا ہے !

تو جو وہاں سے چلا گیا نکل گیا وہاں سے اس کو فرمایا کہ آدمی ٹھیک نہیں تھا اور چلا ہی گیا لیکن کفر نہیں یہ کمزوری ایمان کی ہے یا نفاق تھا معاذ اللہ ! اس طرف اشارہ تھا بعد میں وہ مسلمان ہوئے ہوں پھر ٹھیک ہو گئے ہوں لیکن اس وقت یہ حالت تھی ! تو مدینہ شریف کی فضیلت تو ہے ہی لیکن یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ اس طرح سے جو پریشانیاں آتی ہیں ان میں انسان بے صبرانہ ہو اور استقامت سے تحمل سے کام لے، برداشت کرے تو اللہ مُسَبِّبُ الْأَسْبَابِ ہیں وہ معاملات کو ٹھیک بھی کر دیتے ہیں ! سب چیزیں ٹھیک کرتے جاتے ہیں خدا کی طرف توجہ رہنی اور جدوجہد اور اپنے اعمال درست رہنے، یہ سب سے ضروری ہے !!! اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے، آمین

(مطبوعہ ماہنامہ انوارِ مدینہ فروری ۱۹۹۵ء)

## عرب قبل اسلام اپنے آئینے میں

سیرت مبارکہ

سید الملة و مؤرخ الملة حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب کی تصنیف لطیف

سیرت مبارکہ ”محمد رسول اللہ“ ﷺ کے چند اوراق



خصوصیاتِ عرب :

عرب قبل از اسلام (عرب جاہلیت) کی قصیدہ خوانی مقصود نہیں ہے لیکن ان حقائق سے گریز بھی درست نہیں ہے جو اُنق تاریخ پر صبح صادق کی طرح روشن ہیں سیرت مبارکہ اور تاریخ اسلام کے بھی تمام گوشے اسی وقت اجاگر ہو سکتے ہیں جب ماحول کی صحیح تصویر سامنے ہو !

تاریخ کا کوئی مبصر بھی انکار نہیں کر سکتا کہ عربی معاشرہ (سماج) میں سخاوت، بہادری، خود اعتمادی، غیرت و حمیت، خودداری، روایات کی حفاظت، عہد اور قول کی پابندی، عہد شکنی اور غلط بیانی سے نفرت، ایسے اوصاف تھے کہ کم از کم اس دور میں کوئی دوسری قوم ان کی نظیر نہیں پیش کر سکتی تھی۔ اس دعویٰ کی تصدیق کے لیے تاریخ کا وسیع دفتر جو حقائق پیش کر سکتا ہے ان میں سے چند مثالیں بطور نمونہ پیش کی جا رہی ہیں

سخاوت (جو دو سخا) :

سخاوت کے یہ معنی نہیں تھے کہ پیٹ بھرنے پر کچھ نوالے کسی فقیر کو دے دیے جائیں بلکہ سخاوت کا مطلب یہ مانا جاتا تھا کہ جذبہ یہ ہو کہ خود بھوکا رہے اور دوسرے کو شکم سیر کرے اور اسی کو وہ اپنی کامیابی سمجھے اور اس پر ایسا خوش ہو گیا اس کی مراد پوری ہوگی

۱۔ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد گرامی کس قدر معنی نیز ہے **بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ** (او کما قال ﷺ) ”میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم (اخلاق عالیہ) کی تکمیل کر دوں“ اس ارشاد گرامی میں اخلاق کی نئی نہیں ہے بلکہ نہ صرف اخلاق بلکہ مکارم اخلاق (اعلیٰ اخلاق) کا اعتراف مضمحل ہے البتہ ان میں افراط تفریط ہے جس کی اصلاح کی ضرورت ہے یہی تکمیل ہے واللہ اعلم

نعمان بن مندر کی یہ بات صحیح تھی (جو اس نے شہنشاہ ایران کے دربار میں کہی تھی) کہ معمولی عرب جس کا کل اثاثہ ایک اونٹنی ہے اگر اس کے یہاں مہمان آجاتا تو وہ اس میں بڑی خوشی محسوس کرتا تھا کہ اپنی زندگی کی پونجی (اس اونٹنی) کو ذبح کر دے اور دل کھول کر اپنے مہمان کی مدارات کرے قبیلہ طے کا سردار ”حاتم“ سخاوت میں مشہور تھا وہ صرف دو چیزیں محفوظ رکھتا تھا اور باقی سب کچھ بخش دیا کرتا تھا گھوڑا اور اسلحہ مگر موسم سرما میں ایک روز ایسا ہوا کہ وہ تہی دست تھا اس کے یہاں فاقہ تھارت ہوئی تو بچوں کو بھوکے پیٹ کسی طرح لوری دے کر اور تھپک تھپک کر سلا دیا مگر جب بچے سوچکے تو خیمہ کا ایک کنارہ اٹھا اور ایک عورت اپنے بچے ساتھ لیے ہوئے خیمہ میں داخل ہوئی اور حاتم سے فریاد کی کہ وہ خود بھی بھوکی ہے بچے بھی بھوک سے تڑپ رہے ہیں رات آدھی ہو رہی ہے مگر بھوک کی وجہ سے نہ اس کو نیند آتی ہے نہ بچوں کو! ابھی عورت کے یہ الفاظ پورے نہیں ہوئے تھے کہ حاتم اٹھا چھری ہاتھ میں لی اور اپنے محبوب گھوڑے کو ذبح کر ڈالا۔ پھر آگ جلائی اور چھری اس عورت کو دے دی کہ گوشت کے پارچے کاٹے اور خود کھائے اور بچوں کا پیٹ بھرے پھر حاتم اپنے خیمے سے نکلا اور قرب و جوار کے تمام غریب لوگوں میں گھوم آیا کہ گھوڑا ذبح ہوا ہے چلو گوشت کھاؤ چنانچہ آس پاس کے تمام لوگ آگئے، حاتم کی بیوی کا بیان ہے کہ تھوڑی دیر میں گوشت ختم ہو گیا صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں اور حاتم اور اس کی بیوی اور بچے جیسے پہلے بھوکے تھے اب بھی بھوکے رہے کسی کو ایک بوٹی بھی نصیب نہیں ہوئی ۲ شیخ قبیلہ رات کو اونچی جگہ پر آگ جلوادیا کرتا تھا اس طرف سے گزرنے والے مسافر اور قافلے آگ کو دیکھ کر قبیلے میں پہنچتے شیخ قبیلہ ان کا میزبان ہوتا ۳

۱ واضح رہے کہ اگرچہ فی نفسہ گھوڑا حلال جانور ہے لیکن چونکہ گھوڑا جہاد کے اہم ذرائع میں سے ایک ہے اگر اس کو بھی عام جانوروں کی طرح ذبح کیا جائے گا تو اس کے نتیجہ میں جہاد کے آلات میں کمی واقع ہو جائے گی چنانچہ فقہاء کرام نے اس خطرے کے پیش نظر گھوڑے کو ذبح کرنا مکروہ قرار دیا ہے امام ابوحنیفہ کا اسی پر فتویٰ ہے۔ دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی ۲ عقد الفرید ج ۱ ص ۱۰۸ وغیرہ ۳ حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت ﷺ کے اوصاف شمار کرتے ہوئے فرمایا تھا تَقْرِي الصَّيْفِ ”آپ مہمانوں کی ضیافت کیا کرتے ہیں“ تو مہمانوں سے ایسے ہی مہمان مراد تھے، تفصیل نزول وحی کے تذکرہ میں آگے آئے گی ان شاء اللہ

لطف یہ ہے کہ یہ آنے والے مسافر اگر عرب ہوتے تو وہ اس کو اپنا حق سمجھتے تھے ۱۔ کیونکہ وہ خود اپنے قبیلہ میں آنے والوں کی اسی طرح مدارات کیا کرتے تھے ! ایسی ضیافتوں کے لیے ہر وقت سامان تیار رہتا تھا ایک عورت نے اپنے شوہر کی یہ خصوصیت فخریہ بیان کی تھی

”اس کے اونٹ زیادہ اصطلیل ہی میں رہتے ہیں تھوڑے سے اونٹ چراگا ہوں میں بھیج دیے جاتے ہیں یہ اونٹ جیسے ہی باجے کی آواز سنتے ہیں یقین کر لیتے ہیں کہ اب ذبح ہو جائیں گے“ ۲

اس خاتون کے ان مختصر الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اس کے شوہر کا طریقہ یہ ہے کہ جب مہمانوں کے آنے کی اس کو اطلاع ملتی ہے تو وہ ان کے استقبال میں باجے بجواتا ہے اور جب وہ آجاتے ہیں تو اونٹ ذبح کرا کر بڑے حوصلہ سے ان کی ضیافت کرتا ہے یہ صورت گاہے گاہے نہیں ہوتی بلکہ اتنی کثرت سے ہوتی رہتی ہے کہ عقل و شعور سے محروم اونٹ بھی اس سے آشنا ہو گئے ہیں کہ جہاں وہ باجے کی آواز سنتے ہیں یقین کر لیتے ہیں کہ اب ان کا نمبر آ گیا کیونکہ مہمان آئے ہیں جن کی مدارات کے لیے ان کو یقیناً ذبح کر دیا جائے گا ۳ اور چونکہ مہمانوں کے آنے کا کوئی وقت مقرر نہیں اس لیے وہ اپنے اونٹ چراگاہ نہیں بھیجتا کہ وہاں سے منگوانے میں دیر ہوگی بلکہ مکان کے قریب ہی اصطلیل (مبارک) میں ان کو محفوظ رکھتا ہے اور ان کے چارے کا خرچ برداشت کرتا رہتا ہے۔

۱۔ متعدد احادیث (مثلاً حدیث عقبہ بن عامرؓ جس میں یہ ہے خُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِي يُبْغِي لَهُمْ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۶۱۳۷ ص ۹۰۶) نیز حدیث ابی سعید الخدریؓ میں یہ ہے لَقَدْ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُونَا (صحیح البخاری رقم الحدیث ۵۷۴۹ ص ۳۰۴) اس حق کی طرف اشارہ کر رہی ہیں اس کے علاوہ جہاں نہ کوئی بازار ہو نہ مسافروں کی سرارے وہاں انسانی ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ مسافر کو مہمان مانا جائے ہندوستان میں بھی یہ رواج ہے فرق یہ ہے کہ ہمارے یہاں اجنبی مسافر کو سرپڑا مہمان سمجھا جاتا ہے اور عرب اس کو معزز مہمان سمجھتے تھے اور اس کی وہی مدارات کیا کرتے تھے جیسے مدعو مہمان کی، سنا ہے عرب قبائل میں اب بھی یہ جذبہ ہے ۲۔ صحیح البخاری ص ۷۸۰ حدیث ام زرع ۳۔ مجمع البحار، تحت لفظ زھر

میزبانی اور مہمانی کی تقریب کے علاوہ بڑے آدمی کی شان یہ ہوتی تھی کہ اس کے ہاں خورونوش کی مجلسیں آباد رہیں رقص و سرود بھی رہے اور غربا پروری بھی، قومی شعراء ایسی مجالس کی تعریفوں میں رطب اللسان رہتے تھے سینکڑوں اشعار اس کی شہادت میں پیش کیے جاسکتے ہیں لیکن یہاں صرف ایک عورت کا بیان نقل کیا جا رہا ہے جس سے عرب کے تمدن پر روشنی پڑتی ہے اس عورت کا نام کَبْشَةَ بتایا گیا ہے

ذَوْجِي رَفِيعُ الْعِمَادِ ، طَوِيلُ النَّجَادِ ، عَظِيمُ الرَّمَادِ ، قَرِيبُ الْبَيْتِ مِنَ النَّادِ ۱

اس باسلیقہ خاتون نے چار لفظ بولے ہیں مگر ہر لفظ اس دور کے تہذیب و تمدن کے پورے پورے باب کا عنوان ہے

(الف) امراء اور رء و ساء (شیوخ) اپنے محل کے لیے بلند مقام تجویز کرتے تھے ۲ مکان کی چوکی بھی اونچی رکھتے تھے دروازے بڑے بڑے، دیوان خانوں کے ستون بہت اونچے اونچے، خوش منظر اور ہوادار ہونے کے علاوہ اس بلندی کا مقصد یہ بھی ہوتا تھا کہ باہر سے آنے والوں کو تلاش اور پوچھ گچھ کی ضرورت نہ پیش آئے !

رات کے وقت بلند مکان کی کسی بلند جگہ پر آگ جلا دیا کرتے تھے تو رہنمائی کے علاوہ صاحب خانہ کی طرف سے سفر کرنے والوں کے لیے قیام و طعام کی خاموش پیشکش بھی ہو جاتی تھی کبشہ نے اپنے پہلے لفظ میں اس تمام تفصیل کی طرف اشارہ کیا ہے کہ میرے شوہر کے محل کے ستون بہت بلند ہیں جن کی وجہ سے یہ محل دور سے نظر آتا ہے اور آنے والے قافلے، وفود اور رات کو سفر کرنے والے آسانی سے وہاں پہنچ جاتے ہیں ۳

(ب) دوسرے لفظ طَوِيلُ النَّجَادِ سے اشارہ کیا ہے کہ وہ بہادر، باوجاہت اور تلوار کا دھنی ہے

۱ صحیح البخاری رقم الحدیث ۵۱۸۹ ص ۷۸۰ حدیث ام زرع ۲ بڑے لوگ اپنے محلات بلند مقام پر اس لیے بناتے تھے کہ باہر سے آنے والے وفود آسانی سے پہنچ سکیں خصوصاً رات کی اندھیری میں ان کی روشنی

رہنما ثابت ہو (فتح الباری ج ۹ ص ۲۱۶) ۳ فتح الباری ص ۲۱۶ ج ۹

(ج) تیسرا لفظ عَظِيمُ الرَّمَادِ یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اس کے یہاں مہمانوں کا تانتا بندھا رہتا ہے ہر وقت کھانے پکتے رہتے ہیں، پکانے والوں کو اتنی فرصت بھی نہیں ملتی کہ تنوروں اور چولھوں کی راکھ صاف کر دیں اس لیے راکھ کے ڈھیر لگتے رہتے ہیں !

(د) چوتھے لفظ کا منشا یہ ہے کہ وہ عوامی لیڈر ہے دانش مند اور صاحب الرائے ہے نادۃ یعنی قبیلہ کی پنچائیت گھر کے قریب ہی اس کو اپنی قیام گاہ اور آرام گاہ رکھنی پڑتی ہے تاکہ لوگ آسانی سے مل سکیں اور یہ ان کو مشورہ دے سکے !

اب یہ معلوم کر لینا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ بیرونی مہمانوں یا مقامی احباب کی دعوت میں بکری یا دنبے کا گوشت یا مرغ مسلم نہیں پیش کیا جاتا تھا نہ ایسے گوشت کی کوئی اہمیت اور قدر تھی صرف اونٹ کے کوہان کا گوشت ان کی نظر میں مخصوص طعام ہوتا تھا بڑے لوگوں کی میزبانی یہی ہوتی تھی کہ اونٹ کے کوہان کا گوشت اس کے پسندے اور اس کے کباب پیش کریں ظاہر ہے یہ اسراف اور فضول خرچی کی آخری حد تھی !

قریش کے بڑے بڑے سردار اور رؤساء عتبة، امیة بن خلف، ابو جہل وغیرہ جو جنگ بدر میں مارے گئے تھے اور جن کی لاشیں ایک پرانے کنویں میں جواب بیکار ہو چکا تھا، ڈلوادی گئی تھیں ان کے ہم مشرب اور ہمدرد شاعر ابو بکر بن شعوب نے ان کے مرثیہ میں کہا تھا ل

وَمَا ذَا بِالْقَلْبِ قَلْبِ بَدْرٍ      مِنْ الشَّيْزَى تَعَزَّيْنُ بِالسَّنَامِ  
وَمَا ذَا بِالْقَلْبِ قَلْبِ بَدْرٍ      مِنْ الْقَيْنَاتِ وَالشُّرْبِ الْكِرَامِ ۲

۲ بخاری شریف ص ۵۵۸ ۲ ابن ہشام نے اس مرثیہ کے نو شعر نقل کیے ہیں مطلع یہ ہے :

تَحْيِي بِالسَّلَامَةِ أُمَّ بَكْرٍ      وَهَلْ بَعْدَ قَوْمِي مِنْ سَلَامٍ ” ام بکر (بیوی کی کنیت) مجھے سلام کرتے ہوئے سلامتی کی دعا دیتی ہے کیا سلامتی کی دعا کا کوئی موقع ہے جب میری قوم ختم ہو چکی، دلچسپی کے لیے آخری شعر ملاحظہ فرمائیے

يُعَدُّنَا الرَّسُولُ بَانَ سُنْحِي      وَكَيْفَ حَيَاةَ أَصْدَاءِ وَهَامِ

”یہ جو رسول ہیں ہم سے کہتے ہیں کہ ہم عنقریب زندہ کیے جائیں گے اور حالانکہ جبکہ مرنے والوں کی روحیں صداء اور ہام بن چکیں تو پھر وہ دوبارہ زندگی کیسے پاسکتے ہیں“

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

”یہ کیا ہے؟ اس کنوئیں میں جس کو قلیبِ بدر کہا جاتا ہے وہ سردار پڑے ہوئے ہیں جن کے یہاں آبنوس کی کشتیاں (طشت) (دعوت کے موقع پر) پیش کی جاتی تھیں جو کوہان کے گوشت سے آراستہ ہوتی تھیں (جن پر کوہان کے پارچے اور کباب چنے ہوئے ہوتے تھے)

اور یہ کیا ہے کہ بدر کے اس اندھے کنوئیں میں ان سرداروں کو دیکھ رہا ہوں جن کے یہاں معززین کا اجتماع ہوتا تھا گانے والیاں اپنا فن دکھاتی تھیں شراب کا دور چلتا تھا ان کی محفلیں خورد و نوش اور رقص و سرود سے پر کیف رہتی تھیں“ ۱

کوہان کا گوشت اگرچہ گراں پڑتا تھا کیونکہ چند سیر گوشت کے لیے پورا اونٹ ختم کرنا ہوتا تھا مگر من چلے سردار سخاوت کی جولانیوں کو اقتصاد کے پیمانے سے نہیں ناپتے تھے معمولی سا اشارا ہوا اور کوہان حاضر! محفل مے میں مُغنیہ نے حضرت حمزہؓ کو مخاطب کر کے کہہ دیا اَلَا يَا حَمَزُ لِلشَّرَفِ الْبِنَوَاءِ

(بقیہ حاشیہ ص ۱۲)

ان کا عقیدہ تھا کہ جس مشغول کا قصاص نہ لیا جائے تو اس کی روح اَلو (بوم) میں حلول کر جاتی ہے اور پکارتی پھرتی ہے کہ اَسْقُونِي اَسْقُونِي ”پیاسی ہوں مجھے پانی پلاؤ“ جب قصاص لے لیا جاتا ہے تب یہ صورت ختم ہو جاتی ہے اَلو کو صداء اور اس قسم کی روح کو هام کہا کرتے تھے

هام کے معنی کھوپڑی کے بھی ہیں ان کا عقیدہ یہ بھی تھا کہ یہ روح کھوپڑی کے راستہ سے نکلتی ہے اس لیے روح کو هام کہا کرتے تھے بخاری نے صرف یہ چار شعر نقل کیے ہیں قصیدے کی جان یہی ہیں ہمارے موضوع سے متعلق صرف یہ دو شعر تھے جو نقل کیے گئے

۱ فتح الباری و مجمع البحار ۲ یہ سید الشهداء حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی اور جب حرمت شراب کا اعلان ہوا تو ان ہی مئے خواروں نے جن کی گھٹی میں شراب پڑی تھی وہ مستعدی دکھائی دی جس کی نظیر نہیں مل سکتی جیسے ہی کانوں میں آواز پڑی کہ شراب حرام ہوگئی تو تحقیق کی ضرورت بھی نہیں سمجھی جو ہاتھ جام و سبو کی گردش میں مصروف تھے منکوں کی طرف بڑھے اور خمیا (مٹکے) ریزہ ریزہ کر دیے گئے گلی کوچوں میں شراب کا سیلاب آگیا چلنا پھرنا شکل ہو گیا (صحیح البخاری رقم الحدیث ۲۴۶۴ ص ۳۳۳)

”ہاں ہاں حمزہ ! یہ اونچے کوہان والی فریہ اونٹنیاں“ حضرت حمزہ فوراً اٹھے دو اونٹنیاں جو صحن میں کھڑی ہوئی تھیں ان کے کوہان تراش لیے، کوکھیں چاک کر کے ان کے جگر نکال لیے، یارانِ محفل کی خوشی کے لیے ان ہی کی ضرورت تھی !

حجر بن خالد اپنی مہمان نوازی کی صورت یہ بیان کرتا ہے

وَيَحْلُبُ ضَرْسُ الضَّيْفِ فِينَا إِذَا شَتَا  
سَدِيفُ السَّنَامِ تَسْتَرِيهِ أَصَابِعُهُ ۲

یعنی موسم سرما میں جبکہ عموماً قحط ہوا کرتا ہے ہم اپنے مہمان کی مدارات اس طرح کرتے ہیں کہ کوہان کے پارچے [کلڑے] اس کے سامنے رکھ دیتے ہیں وہ چربی دار بوٹیوں کو خود منتخب کرتا ہے جن کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جب وہ کھاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی داڑھ دودھ دودھ رہی ہے اور اس بوٹی سے دودھ کی دھاریں پھوٹ رہی ہیں

سبرہ بن عمر فقہسی ۳ نے مندرجہ ذیل شعر میں اگرچہ اپنے قبیلہ کا بھٹ پیش کیا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ عرب کے ہر ایک قبیلہ کا آمد و خرچ یہی ہوا کرتا تھا

نُحَابِي بِهَا أَكْفَاءَنَا وَ نُهَيْنَا  
وَ نَشْرِبُ فِي أَمَانِهَا وَ نَقَامِرُ

یعنی اونٹوں سے چارکام لیے جاتے ہیں : ہمسرا اور ہم کفو (دوستوں اور رشتہ داروں) کو بخشش میں دیے جاتے ہیں، مہانوں کے لیے ذبح کیے جاتے ہیں ان کی جو قیمت وصول ہوتی ہے وہ شراب نوشی اور قمار بازی (جوئے) میں خرچ کر دی جاتی ہے۔

یہ سخاوت جو فضول خرچی کی حدود کو بھی پار کر جاتی تھی ان کے ضابطہ اخلاق میں صحت مندی تھی اس کے برخلاف کنجوسی کے متعلق یہ تصور تھا

وَإِيَّ ذَا أَدْوَأَمِنَ الْبُخْلِ ۴ كُونِ سِي بِيَارِي بَجَلٍ سَعِي زِيَادَهُ خَرَابٍ بِيَارِي هُوَسْكَتِي هِي ؟

۱ صحیح البخاری رقم الحدیث ۲۳۷۵ ص ۳۱۹، ۳۲۰ ۲ دیوان حماسہ ۳ ایضاً

۴ صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۳۸۳ ص ۴۴۲

چستی، مستعدی، جفاکشی، خود اعتمادی اور بہادری :

خشک و بے آب و گیاہ صحرا اور گرم پہاڑوں میں ان کی قبائلی زندگی نے ان کو قدرتی طور پر جفاکش، محنتی اور چست بنا دیا تھا، تھوڑی سی غذا پر قناعت اور ہر وقت چوکنا اور ہوشیار رہنا ان کا مزاج بن گیا تھا نوجوان کی تعریف یہ تھی

مَضْحَعُهُ كَمَسَلِ شَطْبِيَّةٍ وَ يُشْبِعُهُ ذِرَاعُ الْحَجْفَرَةِ ۱

یعنی پیر پھیلا کر نہیں سوتا کروٹ سے کچھ نیند لے لیتا ہے مگر سونے کے وقت بھی اس کی چستی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ کروٹ بستر پر نہیں لگتی بلکہ بستر سے الگ اٹھی ہوئی رہتی ہے جیسے برہنہ تلوار زمین پر رکھ دی جائے تو اس کے بیچ کا خمرا حصہ زمین سے اٹھا رہے گا اور اس چستی، مستعدی اور کم خوابی کے ساتھ خوراک کی حالت یہ ہے کہ بکری کے بچہ کے صرف ایک دستی کا گوشت اس کو شکم سیر کر دیتا ہے !! عرب میں کوئی سلطنت نہیں تھی نہ پولیس یا فوج کا کوئی نظام تھا ہر ایک قبیلہ اپنی جگہ آزاد مملکت تھا وہ اپنی آزادی کا خود ذمہ دار اور محافظ ہوتا تھا پھر جس طرح قبیلہ کو اپنے اوپر اعتماد کرنا پڑتا تھا ایسے ہی اس کا ہر ایک فرد بھی خود اعتمادی کا پیکر ہوتا تھا وہ اپنے اشعار اور قصائد میں ان ہی اوصاف پر فخر کیا کرتے تھے

تَابَطَ شَرًّا اٰنِي حَالَت بِيَان كَرْتَا هٖ

قَلِيلٌ غَوَارِ النَّوْمِ اَكْبَرُ هَمِّهِ دَمُّ النَّارِ اَوْ يَلْقَى كَمِيًّا مُسَقِّعًا  
قَلِيلٌ اِدْخَارِ الزَّادِ اِلَّا تَعَلَّةً فَقَدْ نَشَرَ الشَّرُّوْفُ وَالْتَصَقَ الْمِعَاذُ

”نیند کا تھوڑا سا چھپکا لے لیتا ہے (یہی اس کا معمول ہے) اس کی تمام توجہ اس میں مصروف رہتی ہے کہ دشمن سے قصاص کس طرح لے یا کسی ایسے مسلح بہادر سے (جو ایسا جفاکش اور جنگجو ہو کہ جنگ بازی سے اس کے چہرہ کا رنگ بدل گیا ہو) مقابلہ کس طرح کرے، وہ صرف طبیعت کو بہلانے کے لیے تھوڑا سا توشہ اپنے ساتھ رکھتا ہے اور قلتِ غذا کے سبب سے وہ ایسا دبلا ہو گیا ہے کہ پسلیوں کی ہڈیوں کے سرے اوپر کو اُبھر آئے ہیں اور انتڑیاں جڑ گئی ہیں (ایک دوسرے سے مل گئی ہیں)“

مردوں کی طرح خود اعتمادی عورتوں میں بھی ہوتی تھی، ازدواجی تعلقات میں بھی خود اعتمادی کی پوری جھلک ہوتی تھی بظاہر یہی سبب تھا کہ رشتہ نکاح ایک دوسرے کو عمر بھر کے لیے جکڑ بند نہیں کر دیتا تھا جب ضرورت ہوتی طلاق کے ذریعہ یہ رشتہ توڑ دیا جاتا تھا پھر مطلقہ کے بھی طلبگار رہتے تھے نکاح اور طلاق زندگی کے معمولی واقعات سمجھے جاتے تھے !!

پابندیِ قول و عہد :

قول و پیمان کی پابندی، بد عہدی سے نفرت، اپنی روایات کو زندہ رکھنا اور ضرورت پڑے تو تحفظ روایات کے لیے مرثنا عرب کے جوہری اوصاف تھے وہ شخص عرب کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا تھا جو ان اوصاف کا حامل اور امین نہ ہو، بڑے بڑے قومی شعراء کے قصائد کا موضوع یہی اوصاف ہوا کرتے تھے اور ان ہی اوصاف کے معیار پر قبائل کی عظمت و شرافت کے مراتب قائم کیے جاتے تھے چند مثالیں ملاحظہ ہوں

(۱) سید البشر محمد (رسول اللہ ﷺ) کا سفر ہجرت قریش مکہ کے علی الرغم ایک انقلاب انگیز مگر نہایت پرخطر اور حد درجہ رازدارانہ اقدام تھا اس سفر کا پورا انتظام سب سے زیادہ فداکار اور رازدار مخلص رفیق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس رازداری کے ساتھ کیا کہ اپنے والد ماجد ابو قحافہ کو بھی اس کی خبر نہیں ہونے دی خفیہ راستوں سے سفر کی کامیابی کا مدار رہنماء سفر کی مہارت اور اس کی خیر خواہی اور دیانتداری پر ہوتا تھا ایسے ماہرین سفر کو خویبت کہا جاتا تھا۔

سب سے زیادہ عجیب بات جو اس موقع پر عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اس نہایت پرخطر اور رازدارانہ سفر کا خویبت کوئی مسلمان نہیں تھا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو منتخب کیا تھا جو کفارِ قریش کا ہم مذہب تھا وہ اونٹنیاں جن پر یہ خطرناک سفر طے کرنا تھا اسی خویبت کے حوالے کر دی گئی تھیں جس کا نام عبداللہ بن اریقظ تھا، آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رات کی اندھیری میں مکہ سے روانہ ہوئے غار ثور میں روپوش ہو گئے، تین روز وہاں قیام فرمایا قریش مکہ نے ان

کو گرفتار کرنے والے کے لیے بڑے بڑے انعام کا اعلان کر دیا اور خدا جانے اس انعام کے لالچ میں کتنے لوگ دوڑے لیکن عبد اللہ بن اریقظ کو کوئی بھی لالچ متاثر نہیں کر سکا وہ طے کردہ پروگرام کے مطابق تیسرے روز ٹھیک وقت پر دونوں اونٹنیاں لے کر ”غار ثور“ پر پہنچا اور ہجرت کرنے والے رفقاء کو لے کر غیر معروف راستہ سے روانہ ہو گیا اور تقریباً تین سو میل لمبی مسافت کو چار روز میں طے کرا کر مدینہ طیبہ پہنچا دیا ! کفار قریش کے ہم مذہب عبد اللہ بن اریقظ کی یہ وفاداری کیا اس لیے تھی کہ وہ اپنے پیشہ خوری (رہنمائی) میں دیانتدار تھا یا اس لیے تھی کہ وہ درپردہ اسلام کا خیر خواہ تھا ؟ اس واقعہ کی روایت کرنے والی حضرت عائشہؓ ابن اریقظ کی وفاداری اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے اعتماد کی وجہ یہ بیان فرماتی ہیں

”قَدْ عَمَسَ حِلْفًا فِي آلِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلِ السَّهْمِيِّ وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَأَمِنَاهُ  
اس نے عاص بن وائل السہمی کے خاندان سے وہ معاہدہ کر رکھا تھا جس کو  
یمین غموس لے کہا کرتے تھے اس پر یہ دونوں مقدس بزرگ (آنحضرت ﷺ)  
و حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (مطمئن ہو گئے تھے“

عاص بن وائل السہمی وہی رئیس ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حلیف تھا جس کا ذکر آگے آ رہا ہے  
(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو پورا مکہ برا فروختہ ہو گیا (ایک بہت بڑا ہجوم  
ان کے مکان پر چڑھ دوڑا آپ کے صاحبزادے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں  
میں مکان کی چھت پر کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا پورا میدان برا فروختہ ہجوم سے پٹا ہوا تھا سب طرف یہی شور تھا  
صبا عمر ”عمر دین سے پھر گیا“

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص آیا بڑی شان و شوکت کا آدمی تھا

لے بڑے پیالہ یا بادبہ میں خون یا خاص قسم کا خوشبودار سیال جس کو ”خلوق“ کہا کرتے تھے یا رنگ دار پانی بھر کر  
اس میں معاہدہ کرنے والے ہاتھ ڈال کر عہد کیا کرتے تھے اس کو یمین غموس کہا کرتے تھے ہندوستان میں بھی  
پانی میں نمک ڈال کر معاہدہ کیا کرتے تھے کہ اگر ہم اس کی خلاف ورزی کریں تو نمک کی طرح گھل کر فنا ہو جائیں !

یعنی ازار اور چادر جو حبرہ کہلاتی تھیں زیب تن تھیں قمیص میں ریشمی کپڑے کی کفیں لگی ہوئی تھیں، وہ جمع کو چیرتا ہوا مکان کے اندر والد صاحب (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے پاس پہنچان سے دریافت کیا کیا بات ہے، یہ ہجوم کیسا ہے؟ آپ کی قوم کے آدمی کہہ رہے ہیں کہ عمر کو مار ڈالیں گے اس جرم میں کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں، حضرت عمرؓ نے جواب دیا! اس رئیس نے برجستہ کہا ہرگز ایسا نہیں کر سکتے میں نے تم کو امن دے دیا۔ یہ رئیس حضرت عمر فاروقؓ سے یہ گفتگو کر کے باہر آیا لوگوں کو مخاطب کیا یہ ہجوم کیسا ہے، کیا چاہتے ہو؟ ہجوم نے جواب دیا عمر اپنے دین سے برگشتہ ہو گیا ہے ہم اس کو قتل کریں گے رئیس: عمر میری پناہ میں ہیں تم ان کا بال بیکا نہیں کر سکتے!!

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، جیسے ہی اس شخص کی زبان سے امن اور پناہ کے الفاظ نکلے سارا مجمع کائی کی طرح چھٹ گیا، میں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا یہ شخص کون ہے؟ مجھے بتایا گیا یہ عاص بن وائل ہے! قبیلہ بنو سہیم کا سردار جو ہمارے قبیلہ کا حلیف ہے ۲

۱۔ تاریخ اسلام کے مشہور سیاستدان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دست راست حضرت عمرو بن العاص کے والد (قسطلانی ص ۲۶ ج ۴) اور مشہور عابد و زاہد صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے دادا یہ عاص بن وائل جس کو عاصی بن وائل بھی کہتے ہیں مسلمان نہیں ہوا ہجرت سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا ان کے بیٹے عمرو بن العاص واقعہ ہجرت سے چھ سال بعد مسلمان ہوئے مگر جو معاہدات تھے وہ عاص بن وائل کے مرنے سے ختم نہیں ہوئے عبد اللہ بن اریقظ اسی خاندان کا حلیف تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ عاص بن وائل ان چار مشہور افراد میں سے ایک تھا جو دھریہ اور زندیق مشہور تھے معاذ اللہ خدا کو بھی نہیں مانتے تھے یہ چار یہ تھے عاص بن وائل، عقبہ بن ابی معیط، ولید بن مغیرہ، ابی بن خلف (عبنی شرح بخاری ص ۴۴۴ ج ۵)

یہی عاص بن وائل ہے کہ حضرت خباب بن ارتؓ کے کچھ دام اس پر واجب تھے انہوں نے تقاضا کیا تو عاص نے جواب دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ چھوڑ دو تو میں دام ادا کروں گا۔ حضرت خباب نے جواب دیا تو مرجائے مرکز زندہ ہوتے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا عاص کو اب مذاق سوچھا اس نے کہا جب میں مرکز زندہ ہوں گا تو میری دولت اور میری اولاد بھی مجھے ملے گی میں تمہارے دام وہاں ادا کروں گا (بخاری ص ۳۰۴) لیکن معاہدات کا معاملہ عقائد سے جدا تھا ایک طرف اسلام کا سخت مخالف، دوسری جانب حضرت عمرؓ کو پناہ دے رہا ہے لَقَدْ صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ هَذَا الدِّينَ بِرَجُلٍ فَايِسِي ۲ صحیح البخاری ص ۵۴۵

(۳) ابوسفیان، قریش مکہ کا سربراہ، اسلام اور مسلمانوں کا سخت دشمن، جنگ احد کا بانی جو غزوہ احزاب میں مسلمانوں سے بری طرح شکست کھا چکا تھا جس کے بعد اس کی قیادت کا آفتاب بھی ڈھلنے لگا تھا وہ قریش کے تاجروں کے ساتھ شام پہنچا ہوا ہے۔ شہنشاہ روم ”ہرقل“ بھی یروشلم کی زیارت کے لیے شام آیا ہوا ہے اسی زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی ہرقل ”عظیم الروم“ کے نام پہنچتا ہے ہرقل اس ”مدعی نبوت“ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق تحقیق کرنا چاہتا ہے اور جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ عمائدین مکہ بسلسلہ تجارت یہاں آئے ہوئے ہیں تو انہیں دربار میں طلب کرتا ہے ابوسفیان امیر قافلہ تھے لہذا ان سے سوالات کرتا ہے

ہرقل نے اپنے طور پر ایسا انتظام کر لیا تھا کہ ابوسفیان اس پر مجبور ہوں کہ وہ ہر ایک سوال کا جواب صحیح صحیح دیں اور واقعہ یہ ہے کہ ابوسفیان نے ہر ایک سوال کا جواب نہایت معقول اور نہایت صحیح دیا مگر اس بنا پر نہیں کہ وہ ہرقل کے انتظام سے متاثر تھا بلکہ خود ابوسفیان کے الفاظ میں اس کی وجہ یہ تھی

وَاللّٰهُ لَوْ لَا الْحَيَاءُ يَوْمَيْدٍ مِنْ اَنْ يَّاْتُوْا اَصْحَابِيْ عَنِّي الْكُذْبَ لَحَدَّثْتُهُ عَنِّي حِيْنَ سَأَلْنِيْ عَنْهُ ( وَلَكِنِّي اسْتَحْيَيْتُ اَنْ يَّاْتُوْا الْكُذْبَ عَنِّي فَصَدَقْتُهُ ) ۱

”یعنی مجھے اس سے شرم آئی کہ میرے ساتھی یہ کہیں گے کہ میں نے غلط بیانی کی قسم بخدا اگر یہ شرم نہ ہوتی کہ میرے ساتھی میری غلط بیانی نقل کریں گے تو میں اپنی طرف سے کچھ باتیں کہہ دیتا جب وہ مجھ سے سوال کر رہا تھا (لیکن مجھے شرم آئی کہ وہ مجھ سے جھوٹ منسوب کریں اس لیے میں نے سچ کہا)

(جاری ہے)

(ماخوذ از سیرت مبارکہ ”محمد رسول اللہ“ ﷺ ص ۷۳ تا ۸۶ ناشر کتابستان دہلی)



## دیانت، محنت اور کسبِ حلال کی اہمیت !!

قطب الاقطاب عالم ربانی محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں  
عنوانات، حاشیہ و نظرثانی بتغیرِ سیر: حضرت مولانا سید محمود میاں صاحبؒ



یہ مضمون اگست ۱۹۶۹ء میں ”اسلام اور عصر حاضر کے تقاضے“ کے زیر عنوان لاہور میں  
محکمہ اوقاف کے تحت منعقد ہونے والے چار روزہ سیمینار میں پڑھا گیا۔ (ادارہ)

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا  
وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ أَمَّا بَعْدُ !

اسلام نے کسبِ حلال اور اپنی محنت سے کمانے پر جتنا زور دیا ہے اتنا کسی مذہب میں زور نہیں دیا گیا،  
حدیث شریف میں ارشاد ہے :

طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ (مشکوٰۃ رقم الحدیث ۲۷۸۱)  
”حلال کمائی طلب کرنی مسلمان پر فرض کے بعد دوسرا فرض ہے“

یعنی اگر پہلا فرض صحیح عقائد و عبادات ہیں تو دوسرا کسبِ حلال ہے کیونکہ بغیر کمائے نظامِ معاشِ انسانی  
نہیں چل سکتا اور حلال کمائی ہی تقویٰ اور طہارت کی بنیاد ہے !

☆ صِفَةُ الصَّفْوَةِ میں ابو الفرج ابن الجوزی نے ایک پسندیدہ شخصیت کا واقعہ لکھا ہے کہ  
”نافع جو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے  
بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ گرمیوں کے دنوں میں مدینہ منورہ کے اطراف میں  
ایک جگہ حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ گیا، ساتھ میں کچھ اور لوگ بھی تھے دسترخوان  
بچھایا گیا، اتنے میں ایک چرواہا گزرا ! حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے

اسے کھانے میں شرکت کے لیے بلایا

اس نے عرض کیا کہ میں روزہ سے ہوں !! !

حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ اتنی سخت گرمی میں ان گھاٹیوں اور پہاڑوں میں

بکریوں کے پیچھے پیچھے پھر رہے ہو اور روزہ سے ہو !! ! ؟

اس نے عرض کیا کہ اَبَادُ اَيَّامِ الْخَالِيَةِ میں نیکی میں ان دنوں سے سبقت کر رہا ہوں

جو گزر رہی جائیں گے (یعنی اس وقت کو نعمت سمجھتا ہوں جو گزر رہا ہے اور اسے کام

میں لانے میں عجلت سے کام لے رہا ہوں کیونکہ یہ پتہ نہیں کہ کتنی مدت اور باقی ہے

اور وقت ایسی چیز ہے جو گزر رہی جاتا ہے) !! !

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا یہ جواب عجیب لگا ! آپ نے فرمایا کہ

پھر ایسا کرو کہ ایک بکری ہمارے ہاتھ فروخت کر دو ہم اسے ذبح کر کے کچھ گوشت

تمہیں دے دیں گے اس سے تم افطار کر لینا !! !

اس نے کہا کہ یہ بکریاں میری نہیں ہیں میرے آقا کی ہیں (اور مجھے فروخت کرنے

کا اختیار نہیں ہے)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی یہ دیانت و عبادت دیکھی تو اسے

تھوڑا سا آزمانا چاہا، فرمایا کہ اگر تم اپنے آقا سے جواب میں یہ کہہ دو گے کہ

اسے بھیڑیا کھا گیا تھا تو وہ کیا کہے گا !! ! ؟

اس نے یہ بات سنی اور اپنی دونوں انگلیاں آسمان کی طرف اٹھا کر کہا فَايْنِ اللّٰهُ؟

پھر خدا کہاں ہے؟ اور چلا گیا !! !

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ پر اس جواب کا بہت اثر ہوا اور بار بار دہراتے رہے

قَالَ الرَّاعِيْ فَايْنِ اللّٰهُ؟ چرواہا کہتا ہے! پھر اللہ کہاں ہے؟“

اس واقعہ میں ایک غلام کی دیانت داری، محنت اور کسبِ حلال کا حال معلوم ہو رہا ہے اگر وہ ساری باتیں کر لیتا لیکن کسبِ حلال نہ ہوتا تو سب بیکار تھا !!!  
حدیث پاک میں ارشاد ہے :

إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَأَنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَهُ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا﴾  
وَقَالَ تَعَالَى ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾  
ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلُ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُلْدِي بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟  
(مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث ۲۷۶۰)

”حق تعالیٰ عیوب سے پاک ہیں اور وہ مالِ حلال ہی قبول فرماتے ہیں اور حق تعالیٰ نے مومنین کو اس بات کا حکم فرمایا ہے کہ جس کا رسولوں کو حکم فرمایا تھا  
”حلال راہوں سے کھاؤ اور نیک کام کرو“

تو دوسری جگہ عام مومنین کو خطاب کر کے یہی بات ارشاد فرمائی

”اے ایمان والو! حلال چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں“

پھر فرمایا کہ ”ایک آدمی لباس سفر کرتا ہے پراگندہ سر اور غبار آلود ہوتا ہے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف دراز کر کے یاربِ یارب کہتا ہے حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے پینا حرام ہے لباس حرام ہے اور اسے (پہلے ہی سے) حرام پر پالا گیا ہے تو ایسے آدمی کی دعا کہاں قبول کی جائے گی“ !!!

دیانت کا پھل :

اس غلام کی یہ محنت و دیانت رائیگاں نہیں گئی بلکہ حضرت عبداللہ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس کے آقا کے پاس آدمی بھیجا اور اس غلام کو اور ان بکریوں کو خرید کر غلام کو آزاد کر دیا اور اسے

وہ بکریاں بخش دیں !!!

حق تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ ﴿إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا﴾ ۱

”جو اچھا کام کرتا ہے ہم اس کا اجر رائیگاں نہیں جانے دیتے“

ایک اور سبق آموز واقعہ !

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ایک اسی قسم کے مقبول بارگاہ بندے کا ذکر کرتے ہیں جو مدینہ منورہ

میں رہا کرتے تھے محمد ابن منکدرؒ فرماتے ہیں کہ

”میں ایک مرتبہ رات کو منبر کے سامنے دعا مانگ رہا تھا کہ ایک شخص پر نظر پڑی

جو اسطوانہ (ستون) کے پاس سر اوپر اٹھا کر دعا کر رہا تھا

اے پروردگار ! قط ، تیرے بندوں کے لیے بہت شدید ہو گیا ہے !

اے پروردگار ! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو ضرور بارش نازل فرما دے !

اس کے بعد تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بادل آیا اور بارش شروع ہو گئی !

ابن منکدرؒ اپنے دل میں سوچنے لگے کہ ایسا شخص مدینہ شریف میں موجود ہے

اور میں اس سے متعارف نہیں ہوں ! ؟ تو جی چاہا کہ ایسے بزرگ سے ضرور

واقفیت حاصل کی جائے، وہ صاحب جب نماز فجر سے فارغ ہوئے تو انہوں نے

اپنے سر پر کچھ اوڑھا اور چل دیے ! ابن منکدرؒ نے ان کے پیچھے پیچھے جا کر

ان کی رہائش گاہ دیکھ لی اور پھر دن میں دوسرے وقت وہاں ملنے کے لیے پہنچے

تو اندر سے لکڑی تراشنے کی آواز آرہی تھی ! انہوں نے اجازت چاہی اندر پہنچے

تو دیکھا کہ وہ خود لکڑی کے پیالے تراش رہے ہیں !!

ابن منکدرؒ نے ان سے گفتگو کے دوران درخواست کی کہ اگر آپ کو اتنا دیا جائے

کہ آپ یکسو ہو کر خدا کی عبادت کرتے رہیں تو کیسا ہو ؟ ؟

انہوں نے انکار کر دیا اور ہدایت کی کہ اس رات کی بات کی تشہیر نہ کریں، نہ میری زندگی بھر کسی کو بتلائیں اور نہ ہی یہاں ملنے آیا کریں ! اگر آپ آتے رہے تو لوگوں میں میری شہرت ہو جائے گی“ !!!

اس واقعہ میں یہ سبق ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کمائے اور رزقِ حلال حاصل کرے کمائی کا فرق :

اور اس سے پہلے مذکورہ بالا حدیث شریف میں آپ نے دیکھا کہ مالِ حرام اکٹھا کرنے والے کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اس کی دعا قبول نہیں ہوتی ! اس کے بالمقابل اس عابدِ مدینہ منورہ کی دعا کیسے قبول ہوئی بلکہ وہ کیسے مُستجاب الدعوات تھے !!! انبیاء اور کمائی :

عام لوگوں کا تو ذکر ہی کیا، اللہ کے انبیاء کبھی بھی خالی نہیں بیٹھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بکریاں چرانا تو قرآن حکیم میں ہے ! اور سب انبیاء کرام کا بکریاں چرانا حدیث شریف میں مذکور ہے ! رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں“ !!!

ایک دفعہ ارشاد فرمایا

مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ وَأَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ. ( صحیح البخاری کتاب البیوع رقم الحدیث ۲۰۷۲ )  
”اپنے ہاتھ کی محنت سے کمائے ہوئے سے بہتر رزق کسی نے کبھی نہیں کھایا اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی محنت سے رزق حاصل کر کے کھایا کرتے تھے“ !

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے سچے رسول ائى الكسب افضل کون سی کمائی افضل ہے ؟ ؟

قَالَ عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهِ وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُورٍ ارشاد فرمایا کہ انسان کی اپنے ہاتھ کی کمائی اور ہر وہ خرید و فروخت جو (مذہباً درست ہو اور) اللہ کے نزدیک بھلی ہو !

جناب رسالت مآب ﷺ نے مکی زندگی میں تجارت کی ہے البتہ مدینہ منورہ میں حالات

دوسرے تھے وہاں جہاد کا سلسلہ زیادہ رہا ! ! !

خرچ :

قرآن پاک ایسی ہی پاکیزہ کمائی خرچ کرنے کا مطالبہ کرتا ہے ! !

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ (سورة البقرة: ۲۶۷)

”اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے پاکیزہ چیزیں خرچ کرو“

رسالت مآب ﷺ نے ایک مرتبہ یہ جملہ بھی ارشاد فرمایا

عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ ۱ ”ہر مسلمان پر صدقہ دینا لازم ہے“

گویا اس طرح کمانے پر آمادہ فرمایا اور کمائی کے طریقے بھی بتلائے !

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی

رسی لے کر اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھ لاد کر لائے اور بیچ دے اور اللہ تعالیٰ (اس کے ذریعے) اس کے

چہرے کو ذلت سے بچالے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ لوگوں سے سوال کرے

اور لوگ دیں یا منع کریں ۲

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب صدقہ کی آیت اتری تو ہم بوجھ اٹھا اٹھا کر کمایا

کرتے تھے (اور صدقہ دیا کرتے تھے) ۳

حضرت حکیم بن حزام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے

رسول اللہ ﷺ سے مانگا تو آپ نے عنایت فرمادیا، اسی طرح تین دفعہ ہوا، تیسری دفعہ میرے سوال

کے مطابق عطا فرما کر رسول اللہ ﷺ نے کچھ نصیحتاً ارشاد فرمایا اس میں یہ جملہ بھی تھا

الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے ۴

رسول اللہ ﷺ کی نصیحتوں کے بعد انہوں نے اس پر اتنی سختی سے عمل کیا کہ کبھی کسی سے کچھ نہیں لیا اپنی

کمائی پر زندگی بسر کی۔

حضرت حکیم بن حزامؓ نے ایک دوسری روایت میں ایک نہایت پیارا جملہ رسول اللہ ﷺ سے نقل فرمایا ہے کہ آپ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا :

مَنْ يَسْتَعْفِفُ يُعْفَهُ اللَّهُ وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ . (صحیح البخاری ص ۱۹۲)

”جو (سوال وغیرہ عیوب سے) پاک رہنا چاہے اللہ اسے پاک رکھتا ہے اور جو

(لوگوں اور مخلوق سے) بے نیاز رہنا چاہے اللہ اسے بے نیاز کر دیتا ہے“

غرض ایک مسلمان کو طرح طرح دیانت داری، محنت، جانفشانی اور رزقِ حلال حاصل کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور وعدہ کیا گیا ہے کہ اگر تم نے ایسا کیا تو خدا کی مدد تمہارے شامل حال ہوگی !! ایک اور واقعہ :

☆ آخر میں ایک واقعہ جو ابن جوزیؒ نے سنداً نقل کیا ہے پیش کرتا ہوں اور اسی پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں ! عبد اللہ بن فرجؒ نے (اپنے ساتھ پیش آنے والا) ایک سبق آموز واقعہ نقل کیا ہے کہ

”میں ایک مرتبہ گھر میں مرمت کا کام کرانے کے لیے آدمی کی تلاش میں نکلا

لوگوں نے کہا کہ دیکھو وہ شخص ہے اس سے بات کر لو، میں نے دیکھا کہ ایک

خوبصورت آدمی ہے جس کے پاس معماروں کا سامان ہے !!

میں نے اس سے کہا کہ کام کرو گے ؟ ؟

اس نے کہا میری اجرت ایک درہم اور ایک دانق ۲ ہوتی ہے ! اور میری

یہ شرط ہے کہ جب اذان ہوگی میں کام چھوڑ دوں گا تا کہ کپڑے بدل کر بدن پاک

کر کے نماز جماعت سے پڑھ سکوں، ظہر اور عصر کے وقت میں ایسے کروں گا !!

اس نے اس اجرت پر تین دن بڑی جفاکشی سے خاموشی کے ساتھ کام کیا !!

اس کے بعد ایک دفعہ اور ضرورت ہوئی تو میں اس کی تلاش میں نکلا ! معلوم ہوا کہ

وہ ہفتہ میں فلاں دن ایک دفعہ آتا ہے ، میں اسی دن گیا اور اسے لے آیا

لیکن اس دفعہ میں نے جب اس سے بات کی تو میرا جی چاہا کہ درہم کے ساتھ

دائق لگانے کی وجہ معلوم کروں ! اس لیے اس نے جب کہا کہ میں ایک درہم اور ایک دائق لوں گا !

تو میں نے گول مول بات کی اور کہا کہ ہاں درہم ! !

اس نے کہا کہ درہم اور دائق !

میں نے کہا چلو !

شام کو میں نے اسے ایک درہم دیا ! !

کہنے لگا یہ کیا ہے ؟ ؟

میں نے کہا کہ درہم ہے ! !

اس نے کہا کہ میں نہیں کہا تھا کہ میں ایک درہم اور ایک دائق لوں گا

اف ! تم نے میرا نظام درہم برہم کر دیا ! ! ؟

میں نے کہا کہ میں نے تو ایک درہم کہا تھا ! !

وہ کہنے لگا کہ میں اب کچھ نہیں لوں گا ! !

میں نے اسے درہم اور دائق دیا اور کہا لو ! !

اس نے کہا سبحان اللہ ؟ ! میں کہہ چکا ہوں کہ میں نہیں لوں گا اور تم اصرار

کر رہے ہو وہ انکار کر کے چلے گئے ! ! ؟

میں گھر آیا تو بیوی نے مجھے ملامت کی ! ! ؟

اس کے بعد ایک دفعہ میں ان کی تلاش میں پھر گیا مکان دریافت کیا اندر آنے کی

اجازت چاہی دیکھا تو ان کو پیٹ کی کوئی تکلیف تھی ! اور سوائے کاریگری کے

دواوزاروں کے گھر میں کچھ نہ تھا ! ! !

میں نے سلام کیا اور عرض کیا کہ مجھے آپ سے کام ہے اور مومن کو خوش کرنے کی

فضیلت آپ کو معلوم ہی ہے ، میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس گھر میں

یہ بیماری کے دن گزار لیں ! ! ! ؟  
 وہ کہنے لگے کیا واقعی تم یہ چاہتے ہو ؟  
 میں نے کہا جی ہاں ! !  
 انہوں نے کہا تین شرطوں کے ساتھ ایسا ہو سکتا ہے ! ! !  
 میں نے کہا مجھے یہ بھی منظور ہے ! !  
 کہنے لگے کہ جب تک میں کھانے کے لیے خود ہی نہ کہوں آپ مجھ سے کھانے کی  
 فرمائش نہ کریں ! !  
 اور جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے میری اسی چادر اور جبہ میں دفن کر دیں ! !  
 میں نے کہا میں ایسا ہی کروں گا ! !  
 کہنے لگے تیسری شرط ان سب سے زیادہ سخت ہے اور ہے بھی مشکل ! ! !  
 میں نے کہا کہ چاہے مشکل ہو مجھے منظور ہے ! ! !  
 وہ انہوں نے نہیں بتلائی مگر میں انہیں ظہر کے وقت اپنے مکان پر لے آیا ! !  
 رات گزری تو صبح کو انہوں نے مجھے آواز دے کر کہا کہ  
 یہ میرے نزع کا وقت ہے میرے جبہ کی آستین میں ایک تھیلی ہے وہ کھولو ! !  
 میں نے کھولی تو اس میں ایک انگوٹھی تھی اس پر سرخ نگ جڑا ہوا تھا ! !  
 وہ کہنے لگے میری موت کے بعد جب دفن سے فارغ ہو جاؤ تو یہ انگوٹھی ہارون کو جو  
 امیر المؤمنین ہیں، دے دینا اور یہ کہہ دینا کہ اس انگوٹھی والے نے یہ پیغام دیا ہے کہ  
 آپ اپنے اس نشہ غفلت میں موت کے آنے سے بچیں کیونکہ اگر اسی حالت میں  
 موت آئی تو ندامت اٹھانی پڑے گی ! ! !  
 جب میں ان کی تدفین سے فارغ ہوا تو میں نے معلومات حاصل کیں کہ  
 ہارون رشید کس دن عوام سے ملاقات کرتے ہیں ! میں نے ایک پرچا لکھا

اور انہیں دے دیا ! مگر بڑی تکلیف سے میں ان تک پہنچ سکا ! !  
 جب ہارون نے اپنے محل میں جا کر یہ رقعہ پڑھا تو مجھے بلالیا اور کچھ ڈانٹ ڈپٹ کی !  
 میں نے اس کے غصہ کے تیور دیکھ کر انگوٹھی نکالی ! جب اس نے انگوٹھی دیکھی  
 تو پوچھا کہ تمہارے پاس یہ انگوٹھی کہاں سے آئی ؟ ؟ ! !  
 میں نے کہا کہ مجھے تو ایک معمار نے دی ہے ! ! !  
 اس نے بہت تعجب سے کہا معمار نے ؟ ! معمار نے ؟ ! پھر مجھے اس نے  
 اپنے نزدیک بلالیا ! ! !

میں نے کہا ”اے امیر المومنین ! اس نے مجھے ایک وصیت بھی کی تھی“ ! !  
 اس نے کہا کہو کیا وصیت کی تھی ؟

میں نے کہا کہ امیر المومنین ! اس نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ جب یہ انگوٹھی پہنچا دو  
 تو کہنا کہ اس انگوٹھی والے نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو  
 کہ آپ کو اس نشہ غفلت میں موت آئے کیونکہ اگر اس حالت میں موت آئے  
 تو ندامت اٹھانی پڑے گی ! ! !

ہارون رشید یہ بات سنتے ہی کھڑا ہو گیا اور اپنے آپ کو بچھے ہوئے فرش پر زور سے  
 گرا کر تڑپنے لگا اور زبان سے کہتا جاتا تھا کہ

”اے پیارے بیٹے ! تو نے اپنے باپ کو (صحیح) نصیحت کی“

میں یہ دیکھ رہا تھا اور دل میں سوچ رہا تھا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کا بیٹا تھا  
 پھر تھوڑی دیر بعد طبیعت سنبھلی تو بیٹھ گیا اور لوگ پانی لائے اس کا منہ پونچھا تو مجھ سے  
 پوچھنے لگا کہ تمہارا اس سے کیسے تعارف ہوا ؟ ؟

تو میں نے سارا واقعہ سنایا ! ! وہ پھر رونے لگا پھر اس نے خود ہی بتلایا کہ  
 یہ میرا سب سے پہلا لڑکا تھا میرے والد میری شادی زبیدہ سے کرنی چاہتے تھے

اور میں نے ان کی اطلاع کے بغیر اس کی والدہ سے شادی کر لی تھی وہ بہت خوبصورت خاتون تھی ! اس سے یہ بچہ پیدا ہوا ! میں نے والد کا منشاء دیکھتے ہوئے ان دونوں کو بصرہ پہنچا دیا !! اس بیوی کو یہ انگوٹھی اور دیگر اشیاء دیں اور کہا کہ اپنے آپ کو چھپائے رکھنا اور اگر میں تخت نشین ہو جاؤں تو میرے پاس آ جانا !! اس لڑکے نے علم حاصل کیا اور قرآن پاک حفظ کیا، بہت اچھی صلاحیتیں تھیں ! میں نے تختِ خلافت پر بیٹھتے ہی انہیں تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ ان دونوں کا انتقال ہو گیا ہے اور یہ پتہ نہ چل سکا کہ لڑکا حیات ہے ! تم یہ بتلاؤ کہ اسے تم نے کہاں دفن کیا ہے ؟ ؟

میں نے کہا مقابرِ عبداللہ بن مالک میں !!

پھر ہارون ، عبداللہ بن فرج کے ساتھ اس کی قبر پر گیا، رات بھر روتا رہا، اپنے سراور داڑھی کو قبر پر پھیرتا تھا اور بار بار کہتا تھا ” بیٹا ! تو نے اپنے باپ کو نصیحت کر دی“ میں ہارون کی اس حالت کو دیکھ کر رونے لگا صبح کے وقت واپس آیا ہارون رشید نے عبداللہ بن فرج کے لیے دس ہزار درہم کا حکم فوراً ہی دے دیا اور کہا کہ تم اور تمہارے اہل و عیال وغیرہ جن کی بھی تم پر ذمہ داری ہے سب کو اپنے گھر والوں کے ساتھ لکھے لیتا ہوں ! تم نے میرے بیٹے کی تجھیز و تکلفین کی ہے، تمہارا مجھ پر حق ہے ! بلکہ میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو بھی تمہارے متعلق وصیت کر جاؤں گا“ !!

بہر حال اس قصہ سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اہل اللہ اپنی محنت اور قوتِ بازو کی کمائی پر قناعت پسند

کیا کرتے تھے اور وہ اللہ کے پیارے تھے !!!

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی رزقِ حلال نصیب فرمائے اور اپنی رضا و توفیقِ مرضیات سے نوازے، آمین !



## بنیادی مذہبی تعلیم

﴿ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ ﴾



انسانی دل و دماغ کی تعمیر اور اس کی ذہنی قوتوں کے نشو و ارتقا کا واحد ذریعہ تعلیم و تربیت ہے۔ پسند و نصیحت، وعظ و تلقین اور تذکیر و موعظت بلاشبہ نافع اور ضروری ہیں لیکن ان سے ذہن بنایا نہیں جاسکتا، یہ چیزیں بنے بنائے ذہن میں صرف انبساط، شگفتگی اور وسعت پیدا کر سکتی ہیں اس لیے کسی قوم کے ذہن بنانے اور دل و دماغ کسی خاص سانچے میں ڈھالنے کے لیے صرف تعلیم ہی ایک موثر اور پائیدار ذریعہ ثابت ہوئی ہے جس نے تاریخی طور پر ہمیشہ ہی ذہن سازی کا اثر دکھلایا ہے ! !

باری تعالیٰ خود معلم اور خود ہی امتحان :

مسئلہ تعلیم کی اہمیت اور اولیت کا اندازہ صرف اسی ایک بات سے ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے خلافت کا مسئلہ اٹھا کر تخلیق آدم کے بعد سب سے پہلے جس مسئلے کی طرف توجہ منعطف فرمائی وہ مسئلہ تعلیم تھا اور وہ بھی اس شان سے کہ آدم کو سکھانے پڑھانے کا ذمہ بلا واسطہ خود ہی لیا، خود ہی انہیں تعلیم دی اور پھر خود ہی انہیں امتحانِ مقابلے میں بٹھلا کر کامیاب ہونے کا موقع عطا فرمایا جس سے خلافت اور تنظیمِ عالم کا مسئلہ خود بخود حل ہو گیا ! !

مقدمین کا قافلہ :

پھر انسانوں سے دنیا آباد ہو جانے پر تمام انسانی حلقوں میں، ہر ملت میں اور ہر قوم میں انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے اور کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار مقدمین کا یہ قافلہ دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک گھمایا جو اپنے نقطہ آغاز سے لے کر نقطہ انتہا و تکمیل تک کے ہزار ہا سالہ سفر میں وقتاً فوقتاً جتھوں میں پہنچتا رہا۔ کیا اس کی غرض تعلیم و تربیت کے سوا بھی کچھ تھی ؟ نہیں، بلکہ اس پاک گروہ کے آخری فرد اکمل محمد رسول اللہ ﷺ نے نبوت کی اس بنیادی غرض و غایت (تعلیم و تربیت) پر

اپنی مہر تصدیق ان الفاظ میں ثبت فرمادی کہ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ”میں بھیجا ہی گیا ہوں معلم بنا کر“ اور بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ ”میرے بھیجے جانے کی غرض و غایت ہی تکمیل اخلاق ہے“ تعلیم و تربیت میں باری تعالیٰ کا اہتمام و توجہ :

پس اگر بعثت انبیاء کی غرض و غایت ہی تعلیم و تربیت تھی اور بلاشبہ یہی تھی تو اندازہ کیجیے کہ رب العالمین نے مکتب عالم میں سو لاکھ سچے معلموں اور پاک باز استادوں کو بھیج کر مسئلہ تعلیم کو کس درجے اہم بنایا اور کس حد تک اس مسئلے پر اپنی مخصوص عنایت و عطاوت مبذول فرمائی ؟

پھر اس اہتمام و توجہ کا عالم یہ ہے کہ ان سارے معصوم استادوں کی تعلیم کی کفالت بھی حق تعالیٰ نے بذات خود ہی فرمائی اور بلا توسط کتاب و استاد بنفس کریم خود انہیں سکھا پڑھا کر دنیا کی تعلیم گاہ میں بھیجا تاکہ وہ انسانوں کی جبلی جہالت کو مٹا کر انہیں تعلیم یافتہ بنائیں اسی پر بس نہیں کی گئی بلکہ ان کی سیرتوں کو بھی اپنے ہی اخلاق کا نمونہ بنا کر بھیجا تاکہ وہ تعلیم بنی آدم کے ساتھ ان ہی اخلاق پر ان سارے انسانوں کی سیرتوں کو بھی ڈھالنے کی جدوجہد فرمائیں اور اس طرح تعلیم و تربیت کا نظام اس عالم میں تابد چلتا رہے ! !

یہ نفوس قدسیہ ہر خطہ زمین اور ہر ملت انسانی میں آفتاب و مہتاب بن کر نمایاں ہوئے اور کسی خطہ زمین کو اپنی نور کی بارش سے محروم نہیں فرمایا۔ بتصریح حافظ ابن کثیر محدثؒ، عراق میں حضرت ابراہیم، حجاز میں حضرت ہود و حضرت صالح، شام میں حضرت عیسیٰ و حضرت یحییٰ، مصر میں حضرت موسیٰ و حضرت یوسف، مغربی دمشق میں حضرت الیاس، عقبہ دمغان میں حضرت شعیب، روم میں حضرت ایوب، انطاکیہ میں حضرت صادق و حضرت صدوق و حضرت شلوم، آذر بائیجان میں حضرت حنظلہ ابن صفوان، موصل و نینوی میں حضرت یونس، اردن کے علاقوں میں حضرت شمویل، سبا و یمن کے لیے حضرت سلیمان، ہند میں حضرت آدم و حضرت شیث، سدوم و غیرہ کے علاقوں میں حضرت لوط اور آخر میں پورے عالم کے لیے حضرت محمد صلاۃ اللہ و سلامہ علیہم اجمعین آئے، علمی کمالات اور عمل

واخلاق کی پاکیزہ سیرتوں کے ساتھ آئے اور نوع کے اخلاقی، طبعی، ریاضی، عقلی اور الہیاتی علوم سے دنیا کو نوازتے ہوئے آئے جنہوں نے بنی نوع انسان کی فطری صلاحیتوں کو ابھار کر انہیں سعادت و خلافت کے بلند مقامات تک پہنچایا جس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اندھیری دنیا کا اجالا صرف مسئلہ تعلیم ہی سے وابستہ ہے ! اگر علم کا آفتاب ان انبیائے مقدسین کے آفاق سے طلوع نہ ہوتا اور یہ مقدسین روم و شام، مصر و عراق، ہند و سندھ، فارس و ایران اور دنیا کی سمت سمت میں نہ چمکتے تو دنیا کی فطرتوں میں بھی چاند نہ ہوتا اور یہ انسانوں کی بھیڑ، ڈھوروں اور ڈنگروں کا گلہ (ریوڑ) ہو کر رہ جاتی ! !

غور کرو تو خود ان انبیائے مقدسین کی عظمت اور تمام عالم بشریت بلکہ تمام جہانوں پر فوقیت و فضیلت کا راز بھی اسی علم ہی میں پوشیدہ ہے، کیونکہ نبی کو غیر نبی پر فضیلت وحی الہی سے ہے اور وحی کا حاصل بجز القائے علم کے اور کیا ہے ؟ اس علم ہی سے ان کی فطری صلاحیتیں عقیدہ و عمل اور خلق و سیرت کے روپ میں چمکتی ہیں اور دنیا اس چمک سے راہ مستقیم پاتی ہے جس کا حاصل وہی علم اور تعلیم ہے !

جمعیت علماء ہند کو تحسین و مبارک باد :

بہر حال ! مقام نبوت سے لے کر بارگاہ الوہیت تک علم و تعلیم کا ایک غیر منقطع نظام ہے جو مختلف صورتوں سے اپنے کو نمایاں کرتا رہا ہے جس سے واضح ہے کہ بارگاہ الہی کی جو توجہ اور ازلی عنایت نیز انبیاء علیہم السلام کی جو عظوفت و سعی مسئلہ تعلیم و تربیت پر منعطف رہی ہے وہ کسی اور مسئلے کے حصے میں نہیں آسکی ہے اس لیے آج کے دور میں جو جمعیتیں اور جو جمعیتیں مسئلہ تعلیم کو مرکز توجہ بنائے ہوئے ہیں اور ان میں خصوصیت سے جمعیت علماء (ہند) ہماری ہر جہتی تہریک و تہنیت کی مستحق ہے جس نے اس دور میں جبکہ مسلمانان ہندوستان دین و علم کے لحاظ سے بظاہر اسباب پسماندہ اور بے بس محسوس ہو رہے ہیں علم اور دین کو سہارا لگا کر اپنے حقیقی فرض کو ادا کیا ہے یا بالفاظ دیگر منشائے خداوندی اور منشائے نبوت کے تقاضوں کو پورا کرنے پر اپنی ہمتیں اور مساعی مرکوز کر دی ہیں حتیٰ کہ عروس البلاد و بھٹی میں تعلیمی کنونشن کے نام سے اوروں کی ہمتوں اور مساعی کو بھی اس مسئلے پر جمع کرنے کا فیصلہ کیا ہے

کوئی شبہ نہیں کہ یہ حق کی مخفی آواز پر علانیہ لبیک ہے جس کے لیے وہ تمام ملک کی طرف سے شکر یہ و تحسین کی مستحق ہے !!

۱۹۴۷ء کے انقلابی ۱۸۵۷ء کو سامنے رکھتے :

اگر ۱۸۵۷ء کے انقلاب پر دینی نبض شناسوں نے قوم کے دل و دماغ کی تعمیر کے لیے تعلیمی مدارس کا سلسلہ جاری کر کے قوم کو سنبھالا تھا کہ اس کے بغیر اس کے سنبھلنے اور پھٹنے کی کوئی دوسری صورت نہ تھی تو آج کے دور میں ان ہی بانیانِ مدارس کے اخلاف رشید کا بھی بلاشبہ یہی فریضہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ ۱۹۴۷ء کے دور انقلاب میں بھی قوم کی بے بسی اور ناتوانی کا مداوا اسی علم و تعلیم کی قوت سے کریں جو ہر قوت کا سرچشمہ اور ہر طاقت کا میگزین ہے !!

اسلام کے نو نہالوں کو سنبھالنے کی ضرورت :

یہ ضرور ہے کہ ۱۸۵۷ء میں تعلیم نے نفسِ اسلام کو سنبھالا تھا جسے چہار طرف سے خطرات نے گھیر لیا تھا اور آج ۱۹۴۷ء میں اسلام کے نا نہالوں کو سنبھالنے اور اسلام پر باقی رکھنے کے لیے یہ جدوجہد کی جا رہی ہے جن کے علم و دین پر تعلیمی لائنوں سے یلغار کا سلسلہ جاری ہے تاہم دونوں مفاعی جبکہ وقت کے تقاضوں کے عین مطابق ہیں، یعنی شکرِ یے کی مستحق ہیں جن میں کفایت کافی نہیں ہو سکتی !

بمبئی کے اس ۸ جنوری (۱۹۵۵ء) والے کنونشن کا اساسی مقصد اور واحد نصب العین ”بنیادی مذہبی تعلیم“ کے نصاب اور اس کے طریق کار پر غور ہے مگر ایسے انداز سے کہ ہندوستان کے تمام مسلم فرقوں اور تمام مکاتب خیال کے افراد کے لیے یہ یکساں قابل قبول اور قابل عمل ہو اور ہو بھی اس جامعیت کے ساتھ کہ جہاں اس میں محبت اللہ و رسول، خدا پرستی، اطاعتِ نبوی، پیروی اسوہ حسنہ اور اخری فلاح و بہبود کا سامان ہو، وہیں تمدنی تقاضوں، وقت کی ضرورتوں اور ملک کے مصالح کے ساتھ ہم آہنگی کے مواد بھی فراہم ہوں یعنی اس میں دین و دنیا دونوں کی کامیابی کی راہیں کھلی ہوں، نہ وہ انقطاع پسند، متعسف قسم کے دیندار بنائے اور نہ بے دین اور بے قید قسم کے دنیا دار تیار کرے بلکہ

دینی فکر و عمل کے ساتھ دنیوی زندگی کے تمام گوشوں سے گزرنے اور ان میں کام کرنے کی اہلیت پیدا کر دے یا بہ الفاظ دیگر دیندار اور دنیا دار کی قسم مٹا کر دین و ملک دونوں کا سچا حامل اور سچا خادم بنا سکے بنے بنائے قدرتی نصاب کی ضرورت ہے :

ظاہر ہے کہ ایسی ہمہ گیر اور مقبول الکل تعلیم اصول و کلیات ہی کے رنگ کی ہو سکتی ہے ورنہ جزئیات اور فروع میں پہنچ کر بہر حال اختلافات کی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے اس لیے نصاب کی تیاری کے یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ اعتقادات، عبادات، معاملات، معاشرت، قومیات اور سیاسیات میں فروعی اور اختلافی جزئیات سے بالاتر صرف وہی حصے زیر تعلیم آئیں جو اصولی اور کلیاتی ہوں اور پھر اسی کے لازم معنی کے طور پر اس نصاب کے لیے لٹریچر اور کتابیں بھی وہی ہوں جنہیں سارے فرقوں کا کلی اعتماد حاصل ہو، ان کے مصنفوں پر سب کے سب مطمئن ہوں اور بلا تفریق مشرب و مسلک سارے ہی انہیں بلا جھجک قبول کر لیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا لٹریچر کتاب و سنت کے سوا اور دوسرا نہیں ہو سکتا جس کے سامنے سب کی گردنیں بھی جھکی ہوئی ہوں اور جو کامل یکسوئی کے ساتھ دین و دنیا دونوں کی بہبودی اور فلاح کی راہیں بھی کھولتا ہو۔

اس لیے بنیادی مذہبی تعلیم کے نصاب کا مطلب یہ ہوگا کہ دین کے تمام شعبوں، اعتقادات، عبادات، اخلاق، معاشرت اور تمام قومی سیاسی اور ملکی معاملات کا تعلیمی ڈھانچہ کتاب و سنت کے اس منصوص حصے سے تیار کیا جائے جو ان ضروریات کے بارے میں اصولاً مشعل راہ ہے۔ گویا نصاب بنانے کی ضرورت نہیں بلکہ بنے بنائے قدرتی نصاب میں سے ضروریات کے مطابق اجزاء کا انتخاب کر کے انہیں فصول و ابواب اور عنوانات پر ترتیب دے دیا جائے اور ان کے نیچے سادہ مگر جامع ترجمہ کر دیا جائے جس سے مدلول نص کی مطلب خیز وضاحت ہو۔

معلم کا کام اتنا ہی ہوگا کہ وہ اپنے سادہ بیان کے ساتھ ان اصول و کلیات کو مثالوں سے واضح کر کے بچوں کے ذہن میں اتار دے اور ان نصوص کے مدلولات کو الفاظ پر منطبق کرتے ہوئے بچے کے

دل وماغ میں پیوست کر دے !!

البتہ یہ احتمال پھر بھی رہتا ہے کہ ان نصوص ہی کی تشریح میں دو خیال ہو جائیں اور کوئی فرقہ اپنے ذہن میں ان کی کوئی دوسری شرح لیے ہوئے ہو جس سے نصاب میں پھر اسی اختلافی بنیاد کے قائم ہو جانے کا خطرہ سامنے آجائے؟ تو اس کا حل اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہر فرقہ وگروہ ان آیات و روایات کی وہی شرح کرے جو اس کے مسلک اور مشرب کے مطابق ہو، مادہ نصاب تو کم از کم ایک اور یکساں رہے گا !!

یکساں نصاب تعلیم کا مسلمانوں پر اثر :

اور ظاہر ہے کہ ایک ایسی قوم میں جس میں اس وقت گروہ بندیوں کی کمی نہیں، نصاب تعلیم میں اتنی وحدت اور یکسانیت کا منظر عام پر آجانا کہ سادہ نصاب سب کا ایک کہلائے اور سب اس پر جمع شدہ اور متفق دیکھے جائیں، کوئی معمولی کامیابی نہیں ہے۔ وحدت نصاب کا عنوان خود ایک وزن رکھتا ہے جس کا اثر مسلمانوں کے مستقبل پر بھی پڑے گا اور ان کی سیاسی پوزیشن بھی اس سے اچھا اثر لے گی بلکہ یہ بھی ممکن ہوگا کہ یہ اتنا قدر مشترک باہمی ربط و اختلاط کا ذریعہ بن کر آئندہ اس تشریحی اختلافات کو بھی کم اور معتدل بنا دے !!

سیرت طیبہ کتاب و سنت کے آثار کے ساتھ نصاب میں ہو :

اس مرحلے پر غور طلب بات یہ ہے کہ منصوصات قرآن و حدیث کے اس مجموعی نصاب سے دین کا ایک ڈھانچہ تو یقیناً بچے کے ذہن میں بیٹھ جائے گا لیکن اس ڈھانچے میں رنگ بھرا جانا اور اس کے خدو خال کو مشخص بنا کر نمایاں کیا جانا بغیر تاریخ کے ممکن نہیں۔ یعنی جب تک دین کے ساتھ سیرت کا پہلو شامل نہ ہو اس وقت تک دین کا حقیقی تعارف نہیں ہو سکتا ! اس لیے بنیادی مذہبی نصاب کا ایک

۱۔ یہ لفظ ”خدو خال“ اور ”خط و خال“ دونوں طرح درست ہے۔ یہ وضاحت اس لیے کرنی پڑی کہ گزشتہ کسی مقالے میں یہ ”خط و خال“ لکھا گیا ہے جو صاحب مقالہ نے ہی لکھا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ دیکھنے اور پڑھنے والا یہ رائے قائم کر لے کہ ایک ہی جگہ اور طرز تحریر الگ الگ؟ (تویر احمد شریفی)

اہم جزویہ بھی ہونا چاہیے کہ شریعت کے ساتھ سیرت بھی متعلموں کے ذہن میں اتادی جائے جس میں اولین مرتبہ سیرت نبوی اور تعامل رسالت کا ہے جس سے کلیات دین کی جزوی تشخیص ہوتی ہے اور ثانوی درجے میں صحابہؓ اور تابعینؓ کی سیرتیں ہیں جن سے دین کے ڈھانچے کا رنگ و روغن بھی سامنے آسکتا ہے اس کی مروجہ صورت تو یہ ہے کہ سیرت کی کوئی بڑی یا چھوٹی کتاب داخل نصاب کردی جائے لیکن میرے خیال ناقص میں شاید اس سے یہ زیادہ بہتر ہوگا کہ اس آیات و روایات کے نصاب میں ہر باب اور ہر فصل سے متعلق سیرت نبوی کا حصہ ان ہی نصوص کے تحت لایا جائے یعنی آپ کے کلمات طیبہ، افعال طاہرہ اور آپ کا پاکیزہ کردار ہر ہر تعلیمی جزو (حصے) کے ساتھ پیش کیا جائے اور پھر اسی باب سے متعلق اس سیرت مقدسہ کے نیچے صحابہؓ و تابعینؓ، ائمہ مجتہدینؒ اور صلحائے امت کے چیدہ چیدہ واقعات بھی بطور نظر و شواہد کے جزو (حصہ) نصاب ہوں !!

حاصل یہ ہے کہ سیرت نبوی اور اولیاء امت کی یہ سیرتیں استقلالی شان سے نہیں بلکہ کتاب و سنت کے آثار و لوازم کے طور پر بطور تابع کے سامنے لائی جائیں جس میں اصل موضوع وہ آیات اور روایات ہی رہیں اس سے جہاں دین کے عملی نقشے کی پوری ہیئت کدائی (موجودہ حالت) سامنے آجائے گی، وہیں دین کی تاریخ بھی اپنے اپنے موقع پر مستفید کے ذہن میں بیٹھ جائے گی اور اسی کے ساتھ بچے کے ذہن پر یہ اثر بھی پڑے گا کہ اہل اللہ نے اگر اس تعلیم کو اپنا کر جزو (حصہ) نفس بنایا تو آج ان کی اس کی بدولت ایک مثالی سیرت بن گئی جو نمونے کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کی جاتی ہے تعلیم کتاب و سنت کا ایک انقلابی تعلیم ہونا ذہن نشین ہو کر اس کا یہ انقلابی اثر ذہنوں میں بھی پیوست ہو جائے گا !!

یہ تعلیم بلاشبہ اردو میں ہوگی اور تفہیم کا سارا بار بھی اسی مادری زبان پر رہے گا لیکن جب اصل نصاب کی تمام تر بنیاد کتاب و سنت پر رکھی گئی ہے جو عربیت کا مغز ہیں تو ضروری ہوگا کہ اسی ذیل میں بہت ہی لطیف اور ہلکے پیرائے میں بچوں کو عربیت آشنا بھی بنا دیا جائے اور ایسا طریقہ تعلیم اختیار کیا جائے

جس سے کم سے کم وقت میں بلا کسی خاص محنت و جاں فشانی کے ضمناً عربیت سے لگاؤ اور گونہ مناسبت پیدا ہو جائے جس سے بچہ کتاب و سنت کے ترجمے کو کسی قدر باضابطہ بھی سمجھنے لگے اس کے لیے اس قسم کا کوئی ایک آدھ رسالہ بھی جزو (حصہ) نصاب بنا دیا جائے تو کافی ہو جائے گا ! ظاہر ہے کہ عربیت آشنائی یا عربیت کے مواد کی فراہمی کوئی اختلافی مسئلہ نہیں جس میں فرقہ واریت کا احتمال ہو بالخصوص جبکہ اس میں عربیت کے تمام قواعد کی مثلہ اور نظائر و شواہد بھی کتاب و سنت ہی سے پیش کیے جائیں تو ایک طرف عربیت کی تمرین ہو جائے گی اور دوسری طرف علوم کتاب و سنت بھی خود بخود ذہنوں میں بیٹھتے رہیں گے جو اصل مقصود ہیں ! !

حکومتی بنیادی تعلیم سے بھی فائدہ اٹھایا جائے :

ہاں اس مادہ نصاب کی ترتیب و انتخاب میں جو کتاب و سنت سے فراہم کیا جائے یہ بھی ضروری ہے کہ حکومت کی بنیادی تعلیم کے نصاب کو بھی سامنے رکھا جائے

اؤلا : اس لیے کہ اس میں جو امور ملکی بہود و فلاح کے سامنے آجائیں جو عقلاً اور تجربہً قابل قبول ہوں تو انہیں اس نصاب میں قبول کرتے ہوئے ان کے ماخذ بھی کتاب و سنت سے پیش کر دیے جائیں تاکہ وہ کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن کے مصداق بن کر جزو (حصہ) نصاب ہوں !

ثانیاً : اس لیے کہ جن امور سے کسی بھی مذہبی عقیدہ و عمل پر زد پڑتی ہو اس کے زہر کا تریاق کتاب و سنت سے اس نصاب میں شامل ہو جائے ! حاصل یہ کہ نفیاً اور اثباتاً بنیادی تعلیم کے نصاب سے فائدہ اٹھانے کی پوری پوری کوشش کی جائے اس میں قومی اور ملکی معاملات کے سلسلے کے بہت سے عنوانات اور شقوق جو انب ایسے مل جائیں گے جو انفرادی طور پر سوچنے سے نہیں مل سکتے تھے اور جبکہ ان تمام اصولی شقوق و جوانب کے بارے میں شرعی ماخذ مہیا کر کے شامل نصاب کر دیے جائیں گے تو نصاب کا معاملاتی حصہ کافی جامع اور بصیرت افراز ہو جائے گا اور ملکی معاملات کے سمجھنے میں آئندہ نسلوں کو بہت کچھ کام دے گا !

نئے مدارس قدیم مدارس کی بے روتی کا سبب نہ بنیں :

ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ اس نصاب کو بالکل آخری چیز نہ سمجھ جائے اور نصاب خواں (پڑھنے والے) کو یہ باور نہ ہونے دیا جائے کہ اس نے دینی تعلیم مکمل کر لی اور اب اسے کسی بڑے دینی ادارے میں پہنچ کر کسی استفادے کی ضرورت نہیں رہی ہے ورنہ ان ابتدائی مکاتب کی اس ابتدائی تعلیم کو انتہائی باور کر لینے کا نتیجہ مدارسِ دیدیہ سے استغنا اور تکمیلِ علوم سے بے نیازی کی صورت میں نکلے گا جو مدارس کی تخریب اور علماء کی پیداوار بند ہو جانے پر منتج ہوگا اور یہ یقیناً ایک خطرناک نتیجہ ہے اس لیے اس بنیادی مذہبی تعلیم کے نصاب کا ایک جزو (حصہ) تکمیلِ علوم اور تحصیلِ فضائل و کمالات کی ترغیب اور تعلیم کے ابتدائی حصے کو تشنہ تکمیل باور کرانا ہو تاکہ نئے ابتدائی مکاتب پرانے بنے بنائے مدارس کی بے روتی کا باعث نہ بن جائیں ! !

حفظِ قرآن کا خاص خیال رکھا جائے :

اس جدید تعلیمی سسٹم کے سلسلے میں یہ بات بھی کافی توجہ طلب ہے کہ ان جدید مکاتب سے جبری تعلیم کے بعض نقائص اور مضمرات کا تدارک ضرور ہو جائے گا لیکن حفظِ قرآن کے شخصی، خانگی اور جماعتی مکاتب کو جو دھکا لگے گا اس کا کوئی علاج اس جدید نصاب سے نہیں ہو سکتا ! چھ سے بارہ ہی سال تک کی عمر حفظِ قرآن کی ہے اس عمر میں جبری تعلیم میں پورا وقت دے کر اور پھر خارج میں ایک دو گھنٹے بنیادی مذہبی تعلیم میں لگا کر ناممکن ہے کہ بچہ حفظِ قرآن کی محنت بھی برداشت کر سکے جس کا حاصل حفظِ قرآن کا انقطاع اور حفاظ کی پیداوار کا انسداد ہے !

ظاہر ہے کہ اس کا علاج نہ بنیادی مذہبی تعلیم کا اجرا ہے اور عمر اور وقت کا بڑھا دیا جانا بھی دائرہ امکان میں نہیں ہے اس لیے یہ مسئلہ مستظلاً غور و فکر کا مستحق ہے۔ بجز اس کے کہ خصوصی طور پر حفظِ قرآن کرنے والے بچوں کو اگر کلیئہ بیسک تعلیم سے مستثنا نہیں کرایا جاسکتا تو کم از کم ان کے ان چھ سالہ وقت ہی کو مستثنا کرنے کی جدوجہد کی جائے تاکہ حفظِ قرآن کے بعد جس کا سرٹیفکیٹ بچے کے پاس

ہونا چاہیے، بارہ سالہ عمر میں اسے بیسک تعلیم میں داخل کیا جائے ! اب گراس حفظِ قرآن کی مدت میں اس کا ایک گھنٹہ یومیہ لے کر اس کی بنیادی مذہبی تعلیم ہی جاری رکھی جائے تو حفظِ قرآن کے بچوں کی حد تک یہ دونوں رہے۔ بیسک تعلیم سے پہلے پہلے نمٹ سکتے ہیں ! اندریں صورت اگر یہ مخصوص بچے بارہ سالہ عمر میں بیسک تعلیم میں لیے جائیں تو اس میں نہ تو کوئی قانونی پیچیدگی پیدا ہوتی ہے اور نہ قانون کی خلاف ورزی ہی لازم آتی ہے جبکہ حکومت سے ایسی رعایتیں ان خاص بچوں کے بارے میں حاصل کر لی جائیں ! !

کاغذ اور سیاہ نقوش سے ذہن نہیں بنتا :

اب جہاں تک بنیادی مذہبی تعلیم کا تعلق ہے جس کی تفصیلات ابھی عرض کی گئیں اس سے تعلیم کا مسئلہ تو حل ہو سکتا ہے لیکن تربیت اور ذہن سازی کا منصوبہ حل طلب باقی رہ جاتا ہے کیونکہ ذہن کاغذ اور اس کے سیاہ نقوش سے نہیں بنتا بلکہ استاد کے ذہن سے بنتا ہے ! تعلیم کی راہ سے درحقیقت استاد ہی اپنا ذہنی نقشہ شاگرد کے ذہن میں فٹ کرتا ہے اس لیے نصاب سے زیادہ استاد کی شخصیت کو دیکھا گیا ہے بقول ابن سیرینؒ

إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِينَ فَاَنْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ

”یہ علم ہی تمہارا دین ہے اس لیے پہلے اسے دکھ بھال لو جس سے یہ دین حاصل کرو گے“

اور یہ سب جانتے ہیں کہ فرقوں اور گروہوں کی لائن میں معلم کی ذہنیت اپنے گروہ اور فرقے کی امانت اور نمائندہ ہوتی ہے جسے وہ خود سے کبھی تبدیل نہیں کر سکتا ! ظاہر ہے کہ اس صورت میں فرقہ وارانہ مختلف ذہنیتیں انتخابِ معلم میں نزاع و اختلاف کا سبب بن سکتی ہیں اور وحدتِ نصاب مان لیے جانے کے باوجود بھی یہ بنیادی مذہبی تعلیم کا مسئلہ بدستور ایک اختلافی مسئلہ باقی رہ جاتا ہے اور وہی نزاعی صورت جوں کی توں قائم رہ سکتی ہے جس کے مٹانے کے لیے یہ ساری جدوجہد کی جا رہی ہے ! !

سو اس کے حل کی صورت یہ ہے کہ جو جو فرقہ اس مشترک نصاب کو اپنائیں وہی اس کی معطلی کے لیے اپنے اپنے حلقوں کے لیے اپنے گروہ میں سے ایسے افراد کا انتخاب کریں جو قابل و مستعد ہونے کے ساتھ معقول پسند، تحقیق دوست اور ان کے خیال میں کتاب و سنت کا فہم رکھتے ہوں اور اسی کے ساتھ ان کا کردار بھی قابل اعتماد ہو، پھر اس انتخاب معلمین کو سہل اور نافذ العمل بنانے کی موزوں تدبیر مدارس دینیہ ہیں جن میں فارغ التحصیل طلبہ کا ایک جم غفیر ہر وقت رہتا ہے جو قرآن و حدیث اور دینیات کی تعلیم سے فارغ ہو کر تکمیل فنون کے لیے مدارس میں قیام پذیر رہتے ہیں !!

یوں بھی فضلاء مدارس کی فہرستیں اور ملازمتوں کی امیدوارانہ درخواستیں مدارس میں ہر وقت جمع رہتی ہیں جن میں سے ہونہار اور قابل افراد کا انتخاب بہ آسانی کیا جاسکتا ہے جو مدارس کے لیے غیر تعلیمی اداروں کی نسبت زیادہ سہل (آسان) ہے اور ایسے مدارس یقیناً ہر گروہ اور ہر فرقے کے یہاں موجود ہیں۔ اس لیے انتخاب معلمین کا مسئلہ ہر فرقہ و گروہ اور اس کے مدارس کے ہاتھ میں رہ کر بلا اختلاف و نزاع چل سکتا ہے لیکن تدوین نصاب، قواعد تعلیم و ضوابط، انتخاب معلمین وغیرہ کی مہمات اور پھر اصولی اور ہنگامی حالات کا پیش نظر رکھ کر آیات و روایات اور اجزائے سیرت و سوانح کا انتخاب بلاشبہ چند مفکر علماء کے اجتماع ہی سے حل ہو سکتا ہے !!

اس لیے ایسے افراد کی ایک کمیٹی کا بنادیا جانا ضروری ہوگا جو عصری حالات اور شرعی روایات پر پورا پورا عبور رکھتے ہوں اور ان میں واقعات سامنے رکھ کر ان شرعی ماخذوں کے تلاش کرنے کا جوہر اور سلیقہ بھی موجود ہو، نیز ان ماخذوں کو ایک طبعی تربیت سے ابواب و فصول پر تقسیم کر کے ایسا جامع اور مختصر مجموعہ تیار کر دیں جو کم از کم وقت میں زیر تعلیم لایا جاسکے !!

امید ہے کہ مذکورہ بالا عرض داشتوں کی روشنی میں یہ مسئلہ بلا اختلاف یا کم سے کم غیر معتد بہ اختلاف کے ساتھ طے ہو جائے گا اور اس تعلیمی وحدت کے منظر عام پر آنے سے یک جہتی میں ہر جہتی اضافہ ہوگا۔

خلاصہ کلام :

خلاصہ بحث یہ ہے کہ

- (۱) بنیادی مذہبی تعلیم کے لیے مادہ نصاب محض کتاب و سنت ہو !
  - (۲) دین کے تمام شعبوں کے لیے یہ مادہ نصاب اصولی رنگ میں تیار کیا جائے !
  - (۳) اس کی تشریح و توضیح میں ہر فرقہ آزاد رہے گا لیکن نصاب سب کا ایک ہوگا !
  - (۴) مسائل کے ہر باب میں اس کی متعلقہ سیرت نبوی اور سوانح صلحاء جزو (حصہ) نصاب ہو !
  - (۵) تعلیم کے ساتھ فی الجملہ عربیت کا ذوق پیدا کرانے کی گنجائش بھی نصاب کے ساتھ رکھی جائے !
  - (۶) ترتیب نصاب کے سلسلے میں بیسک تعلیم کا نصاب بھی پیش نظر رکھا جائے !
  - (۷) اس ابتدائی تعلیم کو انتہائی تعلیم سے غفلت و بے نیازی کا ذریعہ نہ بننے دیا جائے !
  - (۸) حفظ قرآن کی راہیں مسدود ہونے سے بچائی جائیں !
  - (۹) انتخابِ معلمین کا تعلق مدارسِ دینیہ سے قائم کیا جائے !
  - (۱۰) تدوین و تربیت نصاب کے لیے چند مفکر علماء کی کمیٹی بنائی جائے !
- (تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ)

اگر بمبئی کے حوصلہ مند اور اصحاب و مسائل مسلمان بنیادی مذہبی تعلیم کے سلسلے میں دلچسپی کا اظہار کر رہے ہیں تو وہ بلاشبہ اس کے اہل ہیں اور ان کا روایتی جوش عمل کو لیے ہوئے حزم و احتیاط کے ساتھ آگے بڑھ جائیں گے اور ان کا یہ اقدام مسلمانانِ ہند کے لیے ایک مثالی نمونہ ہوگا جس کے لیے وہ یقیناً امام کہلائے جانے کے مستحق ہوں گے و باللہ التوفیق !

(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ / فروری ۱۹۵۵ء، ص ۴ تا ۹)



## ربیع الاول اور عشق رسول ﷺ کے تقاضے

﴿ افادات : شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحبؒ ﴾

عنوانات و نظر ثانی : ڈاکٹر محمد امجد غفرلہ



اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا  
مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ !

ربیع الاول کا مہینہ چل رہا ہے اور ۱۲ ربیع الاول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا یوم پیدائش ہے آپ کی جب پیدائش ہوئی تو کسی کو معلوم نہیں تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نبی ہیں، یہ کوئی نہیں جانتا تھا ! آپ اللہ کے رسول ہیں اس کا پتہ چالیس سال بعد چلا تھا جب آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا، آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا اور دین کی دعوت دی تو لوگوں کو پتہ چلا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ! پتہ آج چلا، حالانکہ آپ پہلے ہی سے رسول تھے بلکہ پیدا ہونے سے پہلے بھی رسول ہی تھے کیونکہ اللہ کے تو علم میں ہے، جب کائنات بھی نہیں بنی تھی ! تو اللہ کو پتہ تھا کہ فلاں آدم ہے، فلاں موسیٰ ہے، فلاں عیسیٰ ہے، فلاں ابراہیم ہے، فلاں محمد ہے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تو اللہ کے علم کی توبات نہیں ہو رہی، ہمارے اور آپ کے علم کی بات ہو رہی ہے۔

چالیس سال تک لاعلمی :

یہ اللہ کے نبی کی پیدائش کا دن ہے، اس کا چالیس سال کسی کو پتہ نہیں چلا یہ تو پتہ تھا کہ یہ محمد ﷺ ہیں اس وقت نام ”محمد“ تھا، ”احمد“ یہ قرآن میں نام لیا گیا ہے، یہ اس دن پیدا ہوئے، فلاں کے بیٹے ہیں فلاں کے پوتے ہیں یہ فلاں دن پیدا ہوئے بس اتنا معلوم تھا لیکن یہ نبی ہیں، یہ بات تو اس وقت کوئی بھی نہیں کرتا تھا بلکہ جن کے دوست تھے نبی علیہ السلام جیسے ہم عمر ہوتے ہیں، وہ کہتے تھے میرے یہ دوست فلاں دن پیدا ہوئے، میرے اس دوست کی عمر اب اتنی ہو گئی بس اس قسم کی باتیں

کی جاتی تھیں ! تو معلوم ہوا یہ چالیس سال جو گزرے اس میں حالانکہ آپ نبی تھے لیکن بارہ ربیع الاول کسی نے نہیں منائی جیسے ہم مناتے ہیں۔

نبوت کا اعلان :

پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہو گئی آپ نبی بن گئے اعلان ہوا تو وہ جو آپ کی توقیر اور عزت کرتے تھے، وہ بھی دشمن بن گئے، تو بارہ ربیع الاول کیسے مناتے؟ پہلے جب سارے دوست تھے اس وقت نہیں مناتے تھے تو دشمن بننے کے بعد کیسے مناتے؟ اب تو وہی دوست، وہی رشتہ دار دشمن تھے کوئی کوئی جسے اللہ نے ایمان کی توفیق دی وہ ایمان لے آیا باقی تو آپ کے جانی دشمن بن گئے تھے آپ کے ساتھیوں کے جانی دشمن بن گئے تھے، تو جب دوستوں نے نہیں منائی تو دشمن کیوں منائیں گے؟

ہجرتِ مدینہ :

پھر رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی، جب حالات حد سے زیادہ خراب ہو گئے، مسلمانوں پر بہت تنگی ہو گئی، کوئی حد ہی نہیں رہی اور مسلمانوں نے مکہ سے نکل کر ادھر ہجرت شروع کی، اپنے دین کو اپنے ایمان کو بچانے کے لیے، اللہ کی عبادت کے لیے تو بالآخر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی ہجرت فرمائی، مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

اب مدینہ منورہ میں کئی سال گزرے، جتنے سال مدینہ منورہ میں رہے، اتنی ہی دفعہ ربیع الاول کا مہینہ بھی آیا، تیس سال آپ نبی رہے، زندگی کے تیرہ سال تقریباً مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں، تیس دفعہ ہی ربیع الاول بھی آیا لیکن آپ نے اس دن کو نہیں منایا جیسے ہم کرتے ہیں نبی علیہ السلام کا وصال :

پھر نبی علیہ السلام کی وفات ہو گئی، آپ دنیا سے تشریف لے گئے، پھر دو چیزیں آنی شروع ہو گئیں ربیع الاول کے مہینے میں، آپ کی پیدائش کا دن بھی آتا تھا اور آپ کی وفات کا دن بھی آتا تھا جب آپ تشریف لے گئے دنیا سے تو صحابہ کرامؓ کے دور میں ربیع الاول کے مہینے میں پیدائش کا دن بھی

اور وفات کا دن بھی آتا ! توجہ پیدائش کا دن کوئی نہیں منا رہا تھا، نہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منایا، نہ صحابہ نے منایا، تو اب وفات کا موقع آیا تو کسی صحابی نے ہرگز نہیں منایا۔

بارہ وفات :

اور پہلے تو بارہ ربیع الاول کو آپ کو یاد ہوگا ”بارہ وفات“ ہی کہتے تھے ”عید میلاد النبی“ تو اس کا نام اب رکھا گیا، پچیس تیس سال سے ورنہ اس سے پہلے ”بارہ وفات“ ہی کہتے تھے سن رکھا ہوگا آپ نے بھی، بوڑھیوں کے منہ سے نکلے گا، خاندان میں بوڑھیاں ہیں، بوڑھے ہیں، وہ کہتے ہیں ”بارہ وفات“ عید کوئی نہیں کہتا !!

عیدیں دو ہیں :

کیونکہ عیدیں تو دو ہی ہیں اسلام میں، ایک ”عید الفطر“ ہے اور ایک ”عید الاضحیٰ“ ہے !! اس کے علاوہ کوئی عید نہیں ہے، حدیث میں جو آیا وہ تو یہی ہے۔ ہم اور آپ مسلمان ہیں، ہم تو قرآن اور حدیث سے باہر نہیں نکل سکتے۔ تو اس میں دو عیدوں کا ذکر آتا ہے تیسری، چوتھی، پانچویں کوئی عید نہیں ہے تو اسے ”بارہ وفات“ کہتے تھے، لیکن اب دونوں چیزیں جمع ہو گئیں، اب بارہ ربیع الاول یوم وفات بھی ہے اور یوم پیدائش بھی ہے دونوں ہیں، تو ہم نے تو پیروی نبی علیہ السلام کی کرنی ہے یا صحابہ کرام کی کرنی ہے یا صحابہؓ کے شاگرد جنہیں تابعین کہتے ہیں ان کی کرنی ہے بس، یہ خیر القرون کے زمانے ہیں خَيْرُكُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ! ان کی پیروی جو کرے گا وہ کامیاب ہے !!

ربیع الاول اور ہمارا ضمیر :

تو اب جو ربیع الاول آتا ہے اس میں جو کام ہوتے ہیں وہ جو کرتے ہیں اس وقت جوش میں کر رہے ہیں لیکن ان سے بھی اگر آپ تنہائی میں بٹھا کر پوچھیں گے کہ یہ جو تم نے کام کیا ہے، تمہارا ضمیر کیا کہتا ہے ؟؟ یہ جو ناچے ہو یہ صحیح کام کیا ہے ناچنے کا ؟؟ یہ جو بھنگڑا ڈالا تھا، یہ صحیح ہے ؟؟

اگر آج کوئی یہ کہہ دے العیاذ باللہ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھنگڑا ڈالا تو وہ ناچنے والا بھی اس کا گریبان پکڑ لے گا کہ تم نے حضرت ابو بکر کو یہ بات کہہ دی، حضرت عمر کے بارے میں کہہ دے کوئی، حضرت عثمان و حضرت علی کے بارے میں کہہ دے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہ انہوں نے بھنگڑا ڈالا، انہوں نے لوگوں کو بلا کر ایسے جلوس نکالا اور اس میں بینڈ باجے بجائے تو بینڈ باجے بجانے والے بھی پکڑ لیں گے اس کو کہ یہ تو کیا کہہ رہا ہے ؟ ؟ تو گویا ہمارے کان اور آنکھوں پر پٹی بندی ہوئی ہے اگر دیکھا جائے ! اس میں ایک کام کیے چلے جا رہے ہیں بغیر تحقیق کے کہ صحیح کیا ہے ؟

نبی علیہ السلام کی محبت ایمان کا جزو ہے :

نبی علیہ الصلوٰۃ السلام سے محبت تو ایمان کا جزو ہے، اگر محبت نہیں ہے تو آپ مسلمان ہی نہیں رہ سکتے ! سب سے پہلے اللہ اور رسول کی محبت ! یہ نہیں ہوگی تو مسلمان نہیں ہوگا ! خود فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ وہ کامل مومن نہیں ہے جب تک کہ میں کسی کو اس کی جان، مال، عزت، آبرو سے زیادہ عزیز نہ ہوں، خود اس کی اپنی جان سے بھی زیادہ میں عزیز نہ ہوں ! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات نبی علیہ السلام نے فرمائی تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت آپ مجھ کو سب سے زیادہ عزیز ہیں لیکن میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہوں، میں ایسی چیز محسوس نہیں کرتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے آدمی نے کہی وہ کھرے لوگ تھے، وہ سچے اور صادق تھے نبی علیہ السلام کے سچے مرید، سچے اور شاگرد اور تابعدار تھے اور سچے طالب تھے علم کی سچی طلب تھی ! تو جو کیفیت تھی سچ بتائی، پوری بتائی۔ تو غالباً ایسے ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایسے ہاتھ سینے پہ مارا یا گلے لگایا جیسے بھی روایت ہے، اس وقت صحیح بات پوری ذہن میں نہیں ہے اور پھر جب چھوڑا ان کو، وقفہ ہوا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب میری کیفیت یہ ہوگئی ہے کہ میری جان سے بھی آپ مجھے زیادہ عزیز ہو چکے ہیں ! یہ ہے عشق رسول !!

نبی کی تعلیمات پر عمل ہی عشق رسول ہے :

عشق رسول نبی علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل کا نام ہے ! تعلیمات سے ہٹ کر اپنی خواہشات پر چلنے کا نام عشق رسول نہیں ! وہ تو اپنی خواہشات سے عشق کا نام ہے کہ میرا یہ دل

چاہ رہا ہے، میں یہ کر رہا ہوں، تو میں گویا اپنی خواہش کا بندہ ہوں، اپنی خواہش سے مجھے عشق ہے تو جسے اپنی خواہش سے عشق ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے اپنے آپ سے عشق ہے جبکہ اپنے آپ سے تو عشق کی نفی ہے ! دین کا تو مطلب یہی ہے کہ اپنی خواہشات کی نفی کر دو عشق اور محبت کی، صرف نبی کی محبت رہ جائے، اپنی نفی ہو جائے ! !

حضرت عمرؓ کے ساتھ وہی ہوا ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ اب میری یہی کیفیت ہے کہ مجھے آپ اپنے سے بھی زیادہ عزیز ہیں، یعنی میرا اپنا عشق مجھ سے جو تھا وہ ختم ہو گیا، اس کی جگہ اب آپ کا عشق آ گیا ! آپ کا عشق آنے کا مطلب ہے آپ کی تعلیم کا بھی عشق آ گیا، آپ کے اعمال کا بھی عشق آ گیا، آپ کی جو طرز زندگی ہے، اس کا بھی عشق ہو گیا۔ دنیا میں بھی جیسے آپس میں کسی سے محبت ہوتی ہے تو اس کی چیزوں سے بھی محبت ہوتی ہے، اس کی اداؤں سے بھی محبت ہوتی ہے، اس کے کپڑوں سے بھی محبت ہونے لگتی ہے، یہ تو وہی نہیں سکتا کہ محبت تو اس سے ہو اور کپڑے دوسروں کے اچھے لگیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ ! جس سے محبت ہے اسی کے کپڑے بھی اچھے لگیں گے، اسی کے جوتے بھی اچھے لگیں گے، محبت ایک سے ہے اور چیزیں دوسرے کی اچھی لگ جائیں، یہ نہیں ہو سکتا !

محبت کا دعویٰ :

تو ہم محبت کا دعویٰ کریں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اور کام وہ کریں جس طرف شیطان لگاتا ہے، ناچ، گانا، موسیقی ! یہ تو سب شیطانی چیزیں ہیں بھائی، سب مانتے ہیں، قرآن میں آتا ہے حدیث میں آتا ہے تو دعویٰ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا ہے اور چیزیں شیطان کی پسند کر رہے ہیں، عمل اس پر کرتے ہیں تو بہت عجیب و غریب صورتحال میں مبتلا ہے بڑی تعداد !

وجہ یہ ہے کہ دین سیکھتے نہیں، دین جانتے نہیں، نہ سیکھتے ہیں، نہ پڑھتے ہیں، نہ اٹھتے بیٹھتے ہیں کہ چلو باقاعدہ نہیں پڑھا تو کسی سے پوچھ لیں کچھ کرنے سے پہلے، یہ بھی نہیں ہے جس کی وجہ سے بہت زیادہ خرابیاں پھیل رہی ہیں کوشش کریں کہ ان سے خود بھی بچیں، اپنے عزیز واقارب، چھوٹے بڑوں کو بھی سمجھائیں اور بچائیں اور رسول اللہ ﷺ کا یوم وفات ہو یا یوم ولادت ہو، اس میں عہد کریں کہ

آپ کی طرز پر زندگی گزاریں گے !!  
عشق کیا ہے ؟

عشق یہ ہے کہ ہم نے سنت پر عمل کرنا ہے، دین کے مطابق زندگی گزارنی ہے اور عہد کر لیں آج سے میں دینی تعلیم سیکھوں گا، میں بوڑھا ہوں تو بھی سیکھوں گا، جوان ہوں تو بھی سیکھوں گا اور اپنے بڑوں، چھوٹوں اور بچوں کو بھی سکھانے پر لگاؤں گا ! یہ ہے بات، اس کا تو فائدہ ہوگا، باقی چیزوں سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اللہ عمل کی اور سمجھ کی توفیق عطا فرمائے اور جو ہماری کوتاہیاں ہیں ان سے درگزر فرمائے، آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت اور آپ کا ساتھ نصیب فرمائے و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین  
(خطبہ جمعہ نمبر ۲۳۵ ۱۰ ربیع الاول ۱۴۴۳ھ / ۱۷ اکتوبر ۲۰۲۲ء)



## وفیات

☆ ۵ اگست کو مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم مدنیہ ملتان روڈ لاہور و امیر جمعیتہ علماء اسلام ضلع لاہور حضرت مولانا محبت النبی صاحب مدظلہم کی اہلیہ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئیں اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مدظلہم کو پیرانہ سالی میں اس صدمہ پر صبر جمیل کی توفیق نصیب فرمائے، آمین

☆ ۲۹ اگست کو جامعہ مدنیہ جدید کے سابق ناظم مولانا قاضی محمد یعقوب صاحب اعوان کے بیٹے قاری محمد سلیم صاحب (سابق استاذ جامعہ مدنیہ جدید شعبہ حفظ) اچانک لاہور میں انتقال فرما گئے

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق نصیب فرمائے۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

## ربیع الاول، اسوۂ رسول اور ہمارا طرزِ عمل

﴿ مولانا نورالحق فیض صاحب زوی، فاضل جامعہ العلوم الاسلامیہ کراچی ﴾



حسنِ کائنات کی بعثت سے قبل روئے زمین پر سچے اور صحیح عقیدے کا کہیں وجود نہ تھا ! توحید کی روشنی دم توڑ گئی تھی ! فتنوں کے طوفان میں حسنِ اخلاق کا چراغ بجھ گیا تھا ! بد اخلاقی عروج پر تھی، دنیا حقوق العباد کا درس بھلا چکی تھی ! حسنِ معاشرت عنقاء ہو گیا تھا، غرض دنیا کے حالات اس بات کی متقاضی تھے کہ کوئی مصلحِ اعظم، معلمِ اخلاق ہو جو دنیا کو گمراہی و بد اخلاقی کے دلدل سے نکال کر راہِ راست پر لائے ! تو ربِ کائنات نے حضرت محمد ﷺ کو دنیا کے حالات بدلنے اور انسانوں کو صراطِ مستقیم پر لانے کے لیے مبعوث فرمایا ! آپ نے کرۂ ارض پر توحید کے چراغ روشن کیے تمام انسانوں کو کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے جھنڈے تلے جمع کیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ ایک ایسی قوم میں مبعوث ہوئے جو ہر قسم کی جہالت اور گمراہی میں گھری ہوئی تھی، تعلیم دے کر ان کے ظلم و ستم و تعدی کو عدل و انصاف سے اور ان کی خشونت اور درشت مزاجی کو حلم اور بردباری سے ! اور ان کی جہالت کو علم و معرفت سے ! اور ان کی باہمی بغض اور عداوت کو محبت اور اُلفت سے ! اور ان کی شقاوت اور ضلالت کو سعادت اور ہدایت سے ! اور ان کی عصیان کو اطاعت سے ! اور تفرق و تشدد کو اجتماع سے ! ضعف کو قوت سے ! خیانت کو امانت سے ! اور فحش و بے حیائی کو غیرت و عفت سے ! اور احسان سے رزائل کو شاکل سے بدل دیا ! اور علومِ الہیات اور علومِ نبوت، علومِ معاشرت اور علومِ معاش و معاد اور علومِ اخلاق اور علومِ عبادت، عجم معاملات، علومِ سیاست و مدنیہ میں رہکِ افلاطون اور استاد حکمائے عالم بنا دیا ! !

انسانوں سے لے کر حیوانوں تک کے حقوق کو متعین کیا ! انسانوں کو گمراہی کی وادی سے نکال کر ہدایت کی شفاف راہ پر لائے ! انہیں قرآن و سنت کی اتباع کا حکم دیا ! امت کو بتایا کہ اسلام کے ماسوا ہر راہ گمراہی کی ہے اور بارگاہِ خداوند ہی میں خشوع و خضوع، رکوع و سجد اور سوال

مغفرت و رحمت اور توبہ و انابت کے وہ طریقے بتائے کہ جن کا نہ کسی آسمانی کتاب میں پتہ ہے اور نہ زمینی کتاب میں ! ! !

شریعتِ محمدیہ نے مکارمِ اخلاق کی ایسی تکمیل اور تتمیم کی کہ کوئی ظاہری و باطنی خلق، حسن اور خصلتِ محمودہ ایسی نہ چھوڑی جس کی تاکید اکید نہ کی ہو جیسے حلم و صبر، رضا و تسلیم، زہد و قناعت، اخلاص و توکل، حبِ الہی اور اشتیاقِ لقاءِ خداوندی، ذکر اور شکر، فقراء و مساکین کے ساتھ احسان اور مواسات، اربابِ دنیا سے احتراز و اجتناب، اکابر کی توقیر و تکریم اور اصاغر پر شفقت اور ترحم !

و علیٰ ہذہ الاخلاقِ ذمیمہ میں سے کوئی ظاہری و باطنی خلق رذیل ایسا نہیں چھوڑا جس کے ترک کی تاکید اور اس کے ارتکاب پر تہدید اور وعید شدید نہ کی ہو جیسے کبر و حسد اور حبِ مال اور حبِ جاہ ! !

بنا بریں دینِ اسلام لوگوں کے دلوں میں رچ بس گیا اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر مر مٹنے کے لیے تیار ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ کی بتلائی ہوئی راہ ان کے لیے فلاح دارین کی راہ بن گئی ! !

لیکن آج معاملہ اس کے برعکس ہے، لوگ دینِ اسلام سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں !

خاندانی و علاقائی رسم و رواج کے بندھن میں بند ہوتے چلے جا رہے ہیں ! دین کے نام پر مختلف قسم کی رسومات نے جڑیں گاڑ لی ہیں ! حسنِ اخلاق کا آفتاب اوجھل ہوتے دکھائی دے رہا ہے، دوسروں کو اذیت دینے کا منحوس چرخہ مسلسل گھوم رہا ہے خصوصاً وہ مہینہ جو ہمارے لیے خوشی کا باعث تھا جس ماہ میں نبی کریم ﷺ دنیا میں تشریف لائے تھے جس کے بعد غلامی کی زنجیریں ٹوٹ گئی تھیں، دوسروں کو تکلیف دینے کا دروازہ بند ہو گیا تھا، جس کے بعد مسلم امتِ اخلاق کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئی تھی

الْمُؤْمِنُونَ كَجَسَدٍ وَّاحِدٍ کی تصویر واضح تھی ! !

لیکن افسوس صد افسوس ! آج اسی مہینے میں سب سے زیادہ بے دینی ہوتی ہے، یہی مہینہ سب سے زیادہ تکلیف دہ و افسردہ ہے ! عشقِ رسول کے نام پر دوسروں کا جینا حرام کر دیا گیا، حبِ النبی کے خوبصورت نعرے کی آڑ میں اپنے من کی شرارت کی جا رہی ہے، وہ بازار جو انبغض جگہ تھی،

آج وہاں عشقِ رسول کے نام پر مخلوط بھنگڑے ڈالے جا رہے ہیں ! آپ جس موسیقی کو ختم کرنے کے لیے تشریف لائے تھے آج اسی موسیقی کو میلادِ رسول کے نام سے پروگرام میں پوری ڈھٹائی سے عام کیا جا رہا ہے ! نعت گوئی گویا ڈھول باجوں میں گم ہو کر رہ گئی ہے ! موسیقی تو موسیقی ہے یہاں تو کلماتِ مقدسہ کی بے حرمتی کا بازار بھی عروج پر ہے ! ربیع الاول میں بینر لگائے جاتے ہیں جن پر نعلین مبارک اور کلمہ اور درود لکھا ہوتا ہے، ہوائیں اسے اڑاتی ہیں اور وہ تارتار ہو جاتے ہیں، گٹروں میں گر جاتے ہیں جہاں ان کی جھاڑئیں بنالی جاتی ہیں ! اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے نام کی بڑی بے حرمتی ہوتی ہے اور ہزاروں لاکھوں روپے نالوں میں بہہ جاتا ہے ! ! !

بس ہر طرف نافرمانی اور چیخ و پکار ہے ! نہ کسی مریض کی فکر ! اور نہ کسی مجبور کا غم ! بس ہم تو ٹھہرائے عاشقِ رسول یا للعب ! یہ کیسا عشق ہے بھلا !

کیا یہ اسوۂ رسول ہے ؟ ؟ کیا یہ عشقِ نبی ہے ؟ ؟ کیا یہ دینِ شریعت ہے ؟ ؟

کیا خیر القرون کا ربیع الاول بھی ایسا تھا ؟ نہیں ! نہیں ! ہرگز نہیں تھا ! ! !

تو خدا را اب ہمیں ان حماقتوں سے باز آجانا چاہیے ! ہمیں اپنی زندگی کو اسوۂ رسول کے سانچے میں ڈھالنا چاہیے ! اور مومن کا ہر لمحہ ربیع الاول ہونا چاہیے چنانچہ ہم حوضِ کوثر کے طلبگار اور شفاعتِ محمد ﷺ کے امیدوار ! ! نبی کے قدم بقدم چلتے ہوئے ان تمام چیزوں کو چھوڑنا چاہیے جو نبی کے طریقے پر نہیں کیونکہ جامِ کوثر ان ہی امتیوں کو ملے گا جو آپ کی اتباع کرتے ہیں ! ! یاد رکھیے ! سنت ایک نور ہے ! بدعت ایک ظلمت ہے ! ہم نور کے ساتھی ہیں،

ظلمت تو کافروں کے لیے ہے ! ! !



## لاکھوں سلام

شہر یار نبوت	تاجدار نبوت	پہ لاکھوں سلام	سید الاولیاء، سید الاخرین،
نامدار نبوت	فخر اولاد آدم	پہ لاکھوں سلام	پہ آریوں دُرود
اقتدار نبوت	وہ جب آئے، جہاں میں بہار آگئی	پہ لاکھوں سلام	جلوہ گاہ محمدؐ وہ عمارِ حرا
نوبہار نبوت	جلوہ گاہ محمدؐ	پہ لاکھوں سلام	جبرئیلؑ امیں، مَرَجَباً مَرَجَباً
جلوہ زار نبوت	نوڑ پاش رسالت	پہ لاکھوں سلام	پہ دائم دُرود
رازدار نبوت	وہ جو فرمان کی چوٹیوں سے اٹھا	پہ لاکھوں سلام	جس پہ ختم نبوت کا دار مدار
نور بار نبوت	میر نبیؐ کی رسالت	پہ لاکھوں سلام	ہوئی مُعْتَبَر
شہسوار نبوت	رُوکشِ حُزُنِ یُوسُفؑ ہے جس کا جمال	پہ لاکھوں سلام	سدرۃُ المنْتَبیٰ جس کی گردِ سَفر
اُس مدثر نبوت	بند میں تو نزولِ ملائکات ہوا	پہ لاکھوں سلام	کیا کموں جو اُحُد سے فحمت رہی
اعتبار نبوت	جو قدومِ مبارک کی زینت رہا	پہ لاکھوں سلام	کوئی دیکھے رفاقت ابو بکرؓ کی
اُس ننگار نبوت	اللہ اللہ! فِنا رُوقِ کادِبْرِہَا	پہ لاکھوں سلام	بہرِ عِثْمَانَ رِضْوَانِ کِی بَیْعَتِ ہُوئی
راہوار نبوت	مَرْتَضَیٰ بَابِ شَہْرِ عِلْمِ نَبِیِّ	پہ لاکھوں سلام	جس کے دو چھول پائے حُسنِ اُور کُھینچ
کارزار نبوت	جس کے دو چھول پائے حُسنِ اُور کُھینچ	پہ لاکھوں سلام	بہرِ صِحَابِی نَبِیِّ پَر تَصَدَّقِ رِہَا،
کوہساز نبوت	ساری اُمت پہ ہوں اُن گِزَنَتِ رِہْتِہِی	پہ لاکھوں سلام	
اُس عمار نبوت			
یار غار نبوت			
ذی وقار نبوت			
جان نثار نبوت			
شاہکار نبوت			
شاخصاں نبوت			
جان سپر نبوت			
پاسدار نبوت			

جس کو ترسائیے چشمِ ودل لے نفیس  
اُس دیا رب نبوت پہ لاکھوں سلام

پہنچ: نفیس الحسینی، لاہور



۲۰ محرم الحرام ۱۴۴۸ھ

## رحمن کے خاص بندے

﴿ حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری، استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند ﴾



سچی توبہ کی تعریف اور شرائط :

اب سوال یہ ہے کہ سچی توبہ کا اطلاق کون سی توبہ پر ہوگا ؟ تو اس بارے میں احادیث و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسی توبہ ہے جس میں اپنے برے عمل پر دل میں شرمندگی ہو اور آئندہ نہ کرنے کا عزم ہو ! اور اگر اس غلطی کا تعلق کسی بندے کے حق سے ہو تو اس کی ادائیگی بھی سچی توبہ کے لیے لازم ہے سیدنا حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں میں ہم جنسی اور غیر فطری عمل عام ہو جائے گا حالانکہ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دی ہیں اور ایسے بد عمل مرد و خواتین سب اللہ کے غضب کے مستحق ہیں ! اور جب تک وہ سچی توبہ نہ کر لیں ان کی نمازیں بھی قبول نہیں ہوں گی ! ! تو حضرت اُبی بن کعب سے پوچھا گیا کہ ”سچی توبہ سے کیا مراد ہے ؟“ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا :

هُوَ النَّدَمُ عَلَى الذَّنْبِ حِينَ يَفْرُطُ مِنْكَ فَتَسْتَغْفِرُ اللَّهُ بِنَدَامَتِكَ مِنْهُ  
عِنْدَ الْحَاضِرِ ثُمَّ لَا تَعُوذُ إِلَيْهِ أَبَدًا . ۱

” (سچی توبہ یہ ہے کہ) گناہ سرزد ہونے پر شرمندگی ہونا پھر تم اللہ تعالیٰ سے شرمندگی کے ساتھ اس گناہ پر فوراً مغفرت طلب کرو اور آئندہ اس گناہ کو دوبارہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرو“

اور تابعی جلیل سیدنا حضرت حسن بصریؒ سے ”توبہ نصوح“ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”پہلی توبہ (توبہ نصوح) یہ ہے کہ تم گناہ سے ایسی نفرت کرو جیسا کہ پہلے اس کی طرف رغبت رکھتے تھے اور جب بھی گناہ یاد آجائے تو فوراً توبہ واستغفار کرو لہذا اگر کوئی شخص جرم پر توبہ کرے اور اس پر ثابت قدم رہے تو اس کی برکت سے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جائیں گے جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں وارد ہے کہ **الْإِسْلَامُ يَحُبُّ مَا قَبْلَهُ وَالتَّوْبَةُ تَحِبُّ مَا قَبْلَهَا** ۱ یعنی ”اسلام پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے جبکہ توبہ پہلے کے گناہوں کو صاف کر دیتی ہے“ اور علامہ قرطبیؒ نے فرمایا کہ سچی توبہ کے لیے چار باتیں ضروری ہیں :

(۱) **الْإِسْتِغْفَارُ بِاللِّسَانِ** زبان سے استغفار کرنا

(۲) **الْإِقْلَاعُ بِالْأَيْدِي** فوری طور پر اعضاءِ بدن کو گناہ سے الگ کرنا

(۳) **وَرَضْمًا تَرْكُ الْعُودِ بِالْجَنَانِ** دل میں اس گناہ کو کبھی نہ کرنے کا عزم کرنا

(۴) **وَمُهَاجِرَةٌ سَيِّئِ الْإِخْوَانِ** اور برے ساتھیوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا ۲

تقریباً اسی طرح کی بات مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے ۳ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب ”فتح الباری شرح صحیح البخاری“ میں ”توبہ نصوح“ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

**وَفِي الشَّرْعِ تَرْكُ الدَّنْبِ لِقُبْحِهِ ، وَالنَّدْمُ عَلَى فِعْلِهِ ، وَالْعَزْمُ عَلَى عَدَمِ الْعُودِ ،**

**وَرَدُّ الْمَظْلَمَةِ إِنْ كَانَتْ أَوْ طَلَبُ الْبِرَاءَةِ مِنْ صَاحِبِهَا** ۴

”اور شریعت کی نظر میں گناہ کو اس کی برائی کی وجہ سے ترک کرنا اور اس کے انجام

دینے پر شرمندہ ہونا اور آئندہ اسے کبھی نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا اور کسی پر اگر ظلم

کیا ہو تو اسے لوٹانا یا اس سے معاف کرانا“

۱ مسند احمد بحوالہ تفسیر ابن کثیر ۶ / ۲۶۱ ۲ تفسیر البغوی ۵ / ۱۲۲ المكتبة الشاملة

۳ تفسیر ابن عباس ۱ / ۴۷۷ المكتبة الشاملة

۴ فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب الدعوات باب التوبة ۱۱ / ۱۱۶ دار البیان العربی

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ محض زبان سے توبہ واستغفار کافی نہیں بلکہ توبہ کی سب ہی شرائط اور تقاضوں کو پورا کرنا ضروری ہے اس کے بغیر توبہ کی قبولیت کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی !!!  
اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کی دعوت :

سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حوالے سے متعدد باتیں ارشاد فرمائیں جن میں سے ایک بات یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

يَا عِبَادِي اِنَّكُمْ تَخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا  
فَاَسْتَغْفِرُوْنِيْ اَغْفِرْ لَكُمْ ۱

”اے میرے بندو ! تم دن رات غلطیاں کرتے ہو اور میں سب گناہوں کو معاف کر دیتا ہوں ! اس لیے مجھ سے ہی مغفرت طلب کرو، میں تمہیں بخش دوں گا“  
اور ایک دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں :

يَا عِبَادِيْ ! كُلُّكُمْ مُذْنِبٌ اِلَّا مَنْ عَاقَبْتُ فَاَسْتَغْفِرُوْنِيْ اَغْفِرْ وَمَنْ عَلِمَ اَنِّيْ  
اَقْدِرُ عَلَيَّ الْمَغْفِرَةَ فَاَسْتَغْفِرْنِيْ بِقُدْرَتِيْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَا اُبَالِي ۲

”اے میرے بندو ! تم سب گنہگار ہو، مگر میں جسے عاقبت سے نوازوں لہذا مجھ ہی سے مغفرت طلب کرو، میں تمہیں مغفرت سے نوازوں گا ! اور جو شخص یہ جانتے ہوئے کہ میں مغفرت پر قادر ہوں پھر مجھ سے میری قدرت کے حوالے سے مغفرت کا طالب ہوتا ہے تو میں اسے بالکل معاف کر دیتا ہوں اور میں کوئی پروا نہیں کرتا“

(جاری ہے)



۱ صحیح مسلم کتاب البر والصلة والادب باب تحریم الظلم ۲ / ۳۱۹ رقم الحدیث : ۲۵۷۷

۲ مسند احمد مسند الانصار حدیث ابی ذر الغفاری ۳۵ / ۲۹۴ رقم الحدیث : ۲۱۳۶۷ المکة المکرمة

قسط : ۲

## شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ

﴿ مولانا محمد معاذ صاحب، فاضل جامعہ مدنیہ لاہور ﴾



سند حدیث :

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ تدریس حدیث کے میدان میں وہ شخصیت ہیں جن کی سند حدیث مختلف کتب حدیث بالخصوص بخاری و ترمذی و ابوداؤد کے ذریعے عالم میں عام ہوئی ہے اس لیے آپ کی تعلیمی تفصیل کے ساتھ ہی کچھ سند حدیث پر بھی گفتگو کی جاتی ہے۔

سند حدیث قراءۃ :

عمومی تاثر جو کتب میں ملتا ہے وہ یہی ہے کہ شیخ الہندؒ نے حدیث کی جملہ کتب حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے پڑھی ہیں ان کے علاوہ آپ کا قرآنی طور پر حدیث کا کوئی اور استاذ نہیں لے

ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ تاثر غلط ہے ماقبل درج تعلیمی کوائف اور سند کے مضمون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مدرسہ عربی دیوبند میں نو کتب حدیث میں سے پانچ کتب مشکوٰۃ، ترمذی، نسائی، مسلم اور ابوداؤد پڑھی ہیں ۱۔ اس سے آگے کے مضمون سے بظاہر یہ تاثر ملتا ہے کہ رہ جانے والی بقیہ کتب بخاری، ابن ماجہ، موطا مالک و موطا محمد اور دیگر کتب حضرت نانوتویؒ سے پڑھی گئی ہوں، عبارت یہ ہے ”باقی کتب درسیہ بخدمت جناب مولوی محمد قاسم صاحب تحصیل کیں“ ۲۔ البتہ تذکروں کی عمومی عبارات یہی ہیں کہ آپ نے صحاح ستہ مکمل حضرت نانوتویؒ سے پڑھی تھیں واللہ اعلم

نانوتہ کے حضرت مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہیؒ کے نام تحریر کردہ مکتوب سے حضرت شیخ الہند کی بعض

۱۔ حیات شیخ الہند مطبوعہ دارالکتب اصغریہ ص ۱۱ ۲۔ کیفیت ہشتمی سالانہ ۱۲۹۰ھ ص ۲۷ ۳۔ کیفیت ہشتمی سالانہ ۱۲۹۰ھ ص ۲۸

تعلیمی تفصیل کی ایک جھلک معلوم ہوتی ہے، مولانا نسیم احمد فریدیؒ کا خیال ہے کہ حضرت نانوتویؒ نے یہ مکتوب مطبع ہاشمی میرٹھ سے تحریر کیا ہے حضرت نانوتویؒ رقم طراز ہیں

”نسائی شریف پرسوں ان شاء اللہ شنبہ (ہفتہ) کے دن شروع ہوگی۔ میرزاہد، امور عامہ عرصہ ہوا ختم ہو گئیں، لیکن صحیح مسلم کے اسباق جو آخر سے باقی تھے اس اثنا میں پڑھے گئے، اس کے بعد مولوی محمود حسن (دیوبندی) مولانا احمد علی (سہارنپوری) کے نسخہ نسائی کی تلاش میں جو کہ دوسرے نسخوں کے مقابلے میں صحیح ہے سہارنپور گئے تھے اور وہاں سے دیوبند گئے، شاید دو روز وہاں مقیم رہ کر واپس آ گئے ہیں شرح جعفرینی بھی شروع ہو گئی ہے اس کے چند ورق پڑھے جا چکے ہیں!۔

خیر حضرت نانوتویؒ سے آپ نے جتنا بھی پڑھا ہو سند کے مضمون اور رودادوں کی وجہ سے مدرسہ میں پڑھی گئی کتب حدیث کا انکار مشکل ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ مدرسہ عربی دیوبند میں اس وقت اساتذہ حدیث کون کون تھے ؟ تو عرض یہ ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ کے طالب علمی بلکہ آپ کے مدرس حدیث بننے (۱۲۹۳ھ) تک دو حضرات حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ اور حضرت مولانا ملا محمود دیوبندیؒ مدرس حدیث تھے، کتابیں ان دو حضرات میں بایں طور تقسیم ہوئیں کہ مولانا یعقوب صاحب بخاری، مسلم اور ترمذی پڑھاتے تھے جبکہ ملا محمود صاحب ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور مؤطا پڑھاتے ۲۔ اس ترتیب کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے تو شیخ الہندؒ نے مسلم اور ترمذی مولانا یعقوب صاحب سے جبکہ نسائی اور ابوداؤد ملا محمود صاحب سے پڑھیں۔

۱۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ دینی دلی خدمات کی ایک جھلک مضمون نگار مولانا نسیم احمد فریدیؒ مضمونہ یادگار اکابر، حجت الاسلام نمبر بابت جون ۲۰۱۵ء مرتب محمد نعمان ارشدی ص ۳۲۰

۲۔ حضرت شیخ الہندؒ کے زمانہ طالب علمی میں تقسیم یہی ہو اس کی صراحت تو نہیں ملی البتہ بعد کے ادوار کے جو تعلیمی نقشے مہیا ہوئے ہیں ان سے تاثر یہی ملتا ہے نیز مولانا سید احمد صاحب دہلوی مدرسہ دیوبند میں استاذ الحدیث کبھی نہیں رہے

سندِ حدیث اجازت :

اس عنوان کے تحت وہ ہستیاں درج ہیں جن سے حضرت شیخ الہند نے دورہ حدیث مکمل نہیں پڑھا البتہ یا تو اجازتِ محضہ ہے یا جزوی قراءت۔

(۱) حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری :

ان حضرات میں سب سے اہم نام استاذ الاساتذہ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری کی ذات بابرکات کا ہے، بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت شیخ الہند نے آپ سے دورہ حدیث مکمل پڑھا ہے یہ اشتباہ حیات شیخ الہند مصنفہ حضرت مولانا میاں اصغر حسین دیوبندی کی عبارت سے ہوا جو یہ ہے

درس و تدریس اور قراءت و تحدیث کے لحاظ سے آپ کی سند حدیث دو طرح

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تک اور ان کے اساتذہ کرام کے ذریعے سے محدثین

و مؤلفین کتب اور جناب سید الاولین و الآخِرین ؓ تک پہنچتی ہے۔

اول : عن مولانا الشیخ محمد قاسم عن مولانا الشیخ عبدالغنی عن مولانا الشاہ محمد اسحاق عن مولانا الشاہ عبدالعزیز عن مولانا الشاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

ثانی : عن مولانا الشیخ احمد علی السہارنپوری عن مولانا الشاہ محمد اسحاق عن مولانا الشاہ عبدالعزیز عن مولانا الشاہ ولی اللہ قدس اللہ اسرارہم۔

حضرت میاں اصغر حسین صاحب کی عبارت کے انداز سے بظاہر یہی تاثر مل رہا ہے کہ شیخ الہند کے قراءتِ حدیث کے دو استاذ تھے ایک حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی اور دوسرے حضرت سہارنپوری اس احتمال کی تردید حضرت شیخ الہند ہی کے محررہ خط سے ہوتی ہے، یہ خط آپ نے مالٹا جیل سے اپنے ایک شاگرد مولانا حاجی محمد احمد ساکن سملیگ ضلع سورت کو تحریر فرمایا، ہم اس میں سے سند حدیث سے متعلق حصہ نقل کرتے ہیں :

.....سند حدیث اس وقت ارسال کرنے کا موقع نہیں خدا تعالیٰ کو منظور ہے  
تو دوسرے وقت آپ کے فرمانے کی تعمیل ہو جائے گی۔ آپ طلبہ کو سند دیجیے  
اس میں تاثر نہ فرمائیں۔

بندہ کی سند یہ ہے کہ بندہ کو حضرت مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ سے، ان کو حضرت  
شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی اور مولانا احمد علی صاحب سہارنپوریؒ سے ان دونوں حضرات  
کو حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب سے، ان کو حضرت شاہ عبدالعزیز سے ان کو  
اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے رحمہم اللہ علیہم اجمعین ۱

یہ بات پیش نظر رہے کہ یہ نفی حضرت سہارنپوریؒ سے دورہ حدیث پڑھنے کی ہے، نہ کہ اجازت حدیث کی  
اجازت کے ضمن میں اگر جزوی قراءت میں بھی شرکت ہوئی ہو تو اس کا بھی انکار نہیں حضرت شیخ الہندؒ  
کے تلامذہ نے بھی حضرت سہارنپوریؒ کی سند کو بطور اجازت ہی نقل کیا ہے۔ مولانا محمد چراغ صاحب  
گجرانوالہ نے العرف الشہدی کے مقدمے میں حضرت علامہ نور شاہ کشمیریؒ کی زبانی سند یوں نقل کی ہے

قال (مولانا و مرشدنا محمود حسن مدظلہ العالی) حصل لی الاجازة من احمد  
علی السہارنپوری و مولانا مظہر نانوتوی و مولانا عبدالرحمن پانی پتی  
وقال مولانا احمد علی ومن بعده اخبرنا الشیخ المشہر فی الافاق الشاہ  
محمد اسحاق رحمہ اللہ . ۲

(۲) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ :

حضرت شیخ الہندؒ، حضرت گنگوہیؒ کے مرید اور خلیفہ بھی تھے، آپ کا حضرت گنگوہیؒ کے پاس  
عموماً آنا جانا ہوتا تھا اسی چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے بعض حضرات نے یہاں بھی ارشاد فرمایا کہ آپ نے  
حضرت گنگوہیؒ سے بھی دورہ حدیث مکمل پڑھا ہے، یہ اطلاع بھی درست نہیں، البتہ اجازت عامہ

۱ مکتوبات شیخ الہندؒ مشمولہ حیات شیخ الہندؒ طبع ۱۹۷۷ء ادارہ اسلامیات لاہور ص ۲۶۹

۲ مقدمہ العرف الشہدی مشمولہ جامع الترمذی مولانا محمد چراغ گجرانوالہ طبع مکتبۃ البشری کراچی ج ۱ ص

یا اسی کے ضمن میں جزوی سماع یا قراءت میں شرکت ہوئی ہو تو اس کا انکار نہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ کی وضاحت اور خواہش سے بھی یہی معلوم ہو رہا ہے کہ آپ کو حضرت گنگوہیؒ سے اجازت تھی مکمل دورہ حدیث نہ پڑھا تھا حضرت تھانویؒ اپنے رسالہ ”ذکر محمود“ میں لکھتے ہیں :

”ذکر ۱۸ : یہ بھی بعض ثقافت سے سنا ہے کہ حضرت مولانا نے ارشاد فرمایا کہ بارہا حاضری گنگوہ کے وقت خیال ہوا کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ سے حدیث کی اجازت کی درخواست کروں، مگر معایہ خیال مانع آ گیا کہ اگر حضرت پوچھ بیٹھیں کہ تجھ کو آتا ہی کیا ہے جو حدیث کی سند مانگتا ہے ؟ تو کیا جواب دوں گا ؟ بس یہ سوچ کر چپ رہ گیا“۔

حضرت مولانا محمد چراغ گجرانوالہؒ نے بھی علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی زبانی اس سند کو اجازت ہی نقل فرمایا ہے  
العرف الشہدی میں درج ہے :

وقال مولانا و مرشدنا محمود حسن مدظلہ العالی حصل لی الاجازة من  
مرشدنا مولانا رشید احمد الجنجوهی المرحوم اخبرنا الشیخ الشاہ  
عبدالغنی الدہلوی رحمہ اللہ

(۳) حضرت مولانا قاری عبدالرحمن پانی پتیؒ :

آپ حضرت شاہ اسحاق محدث دہلویؒ کے مایہ ناز شاگرد تھے آپ سے اجازت کا پس منظر  
حضرت قاری صاحبؒ ہی کی سوانح میں یوں درج ہے :

”شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ : جب حضرت کی آنکھوں میں پانی اتر  
آیا تھا اور آپ قدح کرانے کے لیے مظفر نگر تشریف لے گئے تھے تو حضرت مولانا  
سب اکابر دیوبند کے ساتھ حضرت کی زیارت سے مستفید ہوئے، اس وقت

۱۔ ذکر محمود مشمولہ میرے اکابر، مولانا اشرف علی تھانویؒ طبع ۲۰۱۵ء مرتبہ مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی

حضرت مولانا دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے، صحاح ستہ کی احادیث اطراف کا درس ہوا اور حضرت نے مولانا اور دیگر علماء کو سند حدیث دی،<sup>۱</sup>

(۴) حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی:

حضرت مولانا سے اجازت حدیث تو یقینی ہے مگر اس کی تفصیل مفقود ہے۔

(۵) حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی:

حضرت شاہ صاحب<sup>۲</sup> سے مدینہ منورہ مسجد نبوی میں حضرت نانوتوی<sup>۳</sup> کے اصرار پر حضرت

شیخ الہند نے اجازت حدیث حاصل کی۔

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہند کے قراءت حدیث کے لحاظ سے تین استاذ ہیں

(۱) حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی: جامع ترمذی، صحیح مسلم

(۲) حضرت مولانا ملا محمود دیوبندی: سنن ابی داؤد، سنن نسائی

(۳) جزیۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی: جمع صحاح ستہ

جبکہ اجازت حدیث و جزوی قراءت کے لحاظ سے پانچ شیوخ ہیں

(۱) حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری

(۲) حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی

(۳) حضرت مولانا قاری عبدالرحمن پانی پتی

(۴) حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی

(۵) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی

(جاری ہے)



<sup>۱</sup> تذکرۃ الصالحین المعروف بہ تذکرۃ رحمانیہ سوانح مولانا قاری محمد عبدالرحمن محدث انصاری پانی پتی مرتبہ مولانا قاری

محمد عبدالحکیم انصاری مطبع مکتبہ نفیس جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور ص ۷۸

## اخبار الجامعہ

﴿جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور﴾



۹ اگست بروز ہفتہ بعد نماز مغرب جامعہ مدنیہ جدید کے مہتمم مولانا عکاشہ میاں صاحب مدظلہم نے محمد آباد گاؤں کی جامع مسجد میں سیرت طیبہ کے موضوع پر مختصر بیان فرمایا۔

۱۸ اگست بروز پیر مولانا عکاشہ میاں صاحب، حضرت مولانا عبدالقدوس خان قارن صاحب کی تعزیت کے لیے جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے مولانا عبدالقدوس خان قارن صاحب کے بیٹے مولانا نصیر الدین خان مدظلہم اور جامعہ کے مہتمم و شیخ الحدیث حضرت مولانا حاجی فیاض خان صاحب مدظلہم سے تعزیت کی اور دلی دکھ کا اظہار فرمایا، اس سفر میں فاضل جامعہ جدید و جامعہ الیاسیہ گوجرانوالہ کے مہتمم مولانا محمود صادق صاحب اور نعت خواں فیصل بلال حسان صاحب شریک سفر تھے۔

۲۳ اگست بروز ہفتہ بعد نماز عصر جناب اسلم غوری صاحب اور حافظ غنفر عزیز صاحب تشریف لائے، اس دوران مولانا اسعد محمود صاحب بھی تشریف لائے، ان کے ساتھ حافظ نصیر احمد صاحب احرار، محمد رضوان صاحب گورانیہ، حافظ امیر حمزہ صاحب اور مولانا زاہد حسین صاحب بھی موجود تھے جملہ حضرات نے مولانا عکاشہ میاں صاحب سے ملاقات کی، بعد ازاں مہتمم جامعہ مولانا عکاشہ میاں صاحب، مولانا اسعد محمود صاحب کے ہمراہ جامعہ اشرفیہ کے مہتمم حضرت مولانا فضل رحیم صاحب مدظلہم کی عیادت کے لیے جامعہ اشرفیہ تشریف لے گئے جہاں مہمانوں کے اعزاز میں پُر تکلف عشاءِ دیدیا گیا، بعد ازاں وحدت روڈ پر قومی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت فرمائی اور کانفرنس میں شرکت کے بعد جامعہ مدنیہ جدید واپس تشریف لے آئے، والحمد للہ

## اہم اعلان

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب نور اللہ مرقدہ کی شخصیت و خدمات پر انوارِ مدینہ کی ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا جا رہا ہے جس میں معاصرین، تلامذہ، متعلقین و محبین حضرات کے تاثرات بھی شامل ہوں گے! جو حضرات اپنے مضامین و مقالات، تاثرات، تعزیتی پیغامات یا منظوم کلام ارسال فرمانا چاہیں، جلد از جلد درج ذیل پتے، ای میل یا واٹس ایپ نمبر پر ارسال فرما دیں علاوہ ازیں اگر کسی کے پاس شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحبؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا مکتوب یا تحریر موجود ہو تو اسے بھی ارسال فرما دیں! جو حضرات اپنے تاثرات زبانی بتانا چاہیں، وہ اپنے نام، پتے اور مکمل تعارف کے ساتھ درج ذیل نمبر پر صوتی پیغام (وائس میسج) بھی ارسال فرما سکتے ہیں اگر مضمون، مقالہ، مکتوب یا تاثرات کمپوز شدہ ہوں تو ان کی کمپیوٹر فائل بھی ای میل یا واٹس ایپ فرمادیں تو نوازش اور ادارے کے ساتھ دوبرا تعاون ہوگا

رابطہ : ڈاکٹر محمد امجد غفرلہ

خادم جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد ۱۹ کلومیٹر شارع رابونڈ لاہور

[jmj786\\_56@hotmail.com](mailto:jmj786_56@hotmail.com)

[dramjad71@gmail.com](mailto:dramjad71@gmail.com)

+92 333 - 4249302

MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67



جامعہ مدنیہ جدید کراچی تعمیر و ادارہ (قائمہ) (اسٹیل)

+92 333 4249302

+92 335 4249302

+92 333 4249302

jamiamadniajadeed

jmj786\_56@hotmail.com

jamiamadnia.jadeed

jmj\_raiwindroad

jamiamadniajadeed.org